ترجمہ: اس جنگ میں رسول علیہ السلام کے بہتر اصحاب خاک پر گرے اور بے کفن رہے

بتخصیص عمِّ جہاں پہلواں
کشیدہ شرابِ شہادت رواں

ترجمہ: خاص طور پر جہاں پہلوان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا (حمزہؓ) کی روح نے شہادت کی شراب نوش کی۔

زہے مرد میداں کہ در روز رزم
بہ یزداں رسیدہ بہ ہفتاد زخم

ترجمہ: مبارک ہے وہ مرد میدان جس نے لڑائی میں ستر زخم کھائے (اور اس حالت میں) اپنے رب کے سامنے حاضر ہوا۔ حبشی نے حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کیا اور جگر نکال کر کچا ہی چبایا۔ (اس وقت) سپاہِ ملکوت کے سپہ سالار اور لشکرِ جبروت کے صفدر (جبریلؑ) نازل ہوئے کہ اے جہاں پہلواں (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ وہی مصیبت ہے جس کی خبر آپ کو دی گئی تھی اور جو (حضرت) عمرؓ اور (حضرت) سعدؓ کی رائے کے موافق تھی۔ ٹھیک ٹھیک اسی کے مطابق سوائے عمرؓ اور سعدؓ کے اس جنگ میں خون شہادت کے ہم رنگ ہوئے یا زخمی ہوئے۔ مثنوی:

نماند از سپاہ دلیراں تنے
کہ زخمے نخوردہ زتیغ افگنے

ترجمہ: دلیروں کی فوج میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ بچا جس نے کسی تلوار باز سے زخم نہ کھایا ہو۔

بہ میداں رواں گشتہ دریائے خوں
ہمہ گوہراں کرد دریا بروں

ترجمہ: میدانِ جنگ میں خون کا دریا جاری ہوگیا۔ دریا نے اپنے تمام موتی ساحل پر پھینک دیے۔

اب اللہ تعالیٰ کے غضب اور فتنے کا وقت ہے (اس لیے) خود کو مردوں اور زندوں کے درمیان رکھ کر بخشنے والے سے موافقت کریں۔ مثنوی:

از ہمہ مجروحِ نساں زاں گروہ
روئے زمیں گشتہ پرُ از کوہ کوہ

ترجمہ: اس گروہ کے نیزوں سے سب زخمی ہوگئے۔ پوری پہاڑی روئے زمین (خون سے) بھر گئی۔

گوہرِ خود کرد دراں کاں نہاں
گوہرِ زاں کوہ ندارد زیاں

ترجمہ: اپنے گوہر اس کان میں نہاں کردیے۔ اس پہاڑ سے گوہر کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔

(اس) شکست سے اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مراد یہ تھی کہ اصحاب کبار اور احباب نامدار جو لشکرِ ایمان کا ہراول اور عسکرِ ایقان کا قبلہ تھے اور جنھوں نے دین کے سرداروں کا منصب حاصل کیا تھا انھیں شہادت کی غنیمت اور سعادت کی قسمت کا زیادہ سے زیادہ حصہ ملے، جیسے کہ اس آیۂ کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ٥ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ٥ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ٥[1] (وہ آگے رہنے والے، آگے (ہی) رہنے والے ہیں۔ وہی (اللہ کے) مقرب ہیں راحت کے باغوں میں)۔ کیوں کہ موت کی حد ختم ہونے کے بعد شہادت کا مرتبہ ہے۔ ماتو اعطشاناً والکاسُ یدارُ بینھم یعنی تشنہ لب مرگئے اور ان کے درمیان سے ساغر دور کرتے تھے۔ محفلِ فردوس کے ساقی جامِ شربت اور ساغرِ قربت گردش میں لائیں گے۔ ہر ایک دوسرے سے اشارہ کرے گا (خوب پیو) دوست شربتِ قربت پئیں گے اور وصالِ محبوب سے بہرہ مند ہوں گے۔ مثنوی:

زہے عیشے کہ وقتِ زندہ مردن
بہ پیشِ یار باشد جاں سپردن

ترجمہ: مبارک ہے وہ زندگی کہ جیتے جی مرتے وقت، محبوب کے سامنے اپنی جان سپرد کرے۔

غالباً حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مسلمانوں میں سے جس کسی کو شکستگی پیش آئے اور اس سے ایمان میں سستی پیدا ہوتو ہرگز مایوس نہ ہو کیونکہ (اس صبر آزما) واقعے میں فتح و نصرت کی بشارت مضمر ہوتی ہے۔ مثنوی:

مشو نو مید در وقتِ شکستن
در ابرو سر کہ باید شہد خوردن

ترجمہ: احساسِ شکست کے وقت ناامید نہ ہو۔ اگر تیوری میں بل پڑیں تو اس وقت شہد کھانا چاہیے (احساسِ غم کو طاری نہ ہونے دے)۔

درست آنست کاندر ہر شکستے
شکستہ بستہ گردد ہم درستے

ترجمہ: صحیح بات یہی ہے کہ ہر شکست میں حقیر اور کم ترشے کے لیے درستی کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے (ہر زوال کو کمال ہے)

غزوۂ بدر کے واقعے کے بعد عمر بن وہب الجھر الھمی اور صفوان بن امیہ باتیں کرنے لگے۔[2] عمر بن وہب کا باپ اور بیٹا بدر کے قیدیوں میں شامل تھے۔ صفوان نے کہا، بدر میں مارے جانے والوں کے خدا نے ہماری زندگی ناخوش کردی۔ عمر نے

---

[1] پارہ ۲۷۔ سورہ الواقعہ، آیات ۱۰ تا ۱۲۔

[2] مطبوعہ نسخے (۲۸۶) پر یہ عبارت ہے۔ ''بعد از واقعۂ بدر عمیر بن وہب الجھر الھمی باصفوان بن امیہ وکر مضت''۔ اس عبارت سے کوئی مفہوم برآمد نہیں ہوتا۔ اسلامی تاریخوں میں یہ ہے کہ عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ دونوں جنگ بدر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں کرنے لگے۔ ''وکر مضت'' سہو کتابت ہے۔ مترجم نے قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی تصنیف ''رحمۃ للعالمین'' سے ''باتیں کرنے لگے'' اخذ کیا ہے اور شامل ترجمہ کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں جلد اوّل۔ لاہور ۱۹۷۳ء۔ ص ۱۰۷۔

کہاہاں اس کے بعد ہمارے لیے زندگی میں کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ اگر مجھ پر لوگوں کا قرض نہ ہوتا اور اہل وعیال کے برباد ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو خدا کی قسم میں محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کے لیے مدینے جاتا۔ میں نے سنا ہے کہ محمد مصطفیٰ علیہ السلام بازارِ مدینہ میں اکیلے ہی چلتے پھرتے ہیں اور (اپنی حفاظت کے لیے) جمعیت کے ساتھ نہیں بیٹھتے۔ میرے لیے وہاں جانے کا بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا ان کی قید میں ہے۔صفوان نے کہا کہ تیرے قرض کی ادائیگی اور تیرے اہل وعیال کی دیکھ بھال میرے ذمے ہے۔بس اس کام میں دیر نہ کر۔صفوان نے اس کے زادِ راہ کا انتظام کردیا اور اس نے (عمر بن وہب نے) اپنی تلوار تیز کی اور زہر آلود کیا۔ اس نے صفوان کو وصیت کی کہ تم اس راز کو پوشیدہ رکھنا اس کے بعد وہ مدینے کی جانب روانہ ہوگیا۔ جب مدینہ طیبہ پہنچا تو مسجد کے دروازے پر اُترا، اپنی سواری کو باندھا تلوار کو گردن میں حمائل کیا اور رسول علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ ایک جماعت کے ساتھ (مسجد نبوی میں) بیٹھے تھے، اچانک ان کی نگاہ عمر بن وہب پر پڑی فرمایا کہ اس کتے کو پکڑو کہ یہ خدا کا دشمن ہے اور بدر کے موقعے پر اس نے کفار کو اکسایا تھا اور (مسلمانوں کی فوج کے) قلیل ہونے کی اطلاع دی تھی۔ اس جماعت نے اسے پکڑ لیا۔ پھر امیر المومنین عمرؓ نے رسول علیہ السلام کی خدمت میں تمام واقعہ عرض کیا رسول علیہ السلام نے فرمایا، اسے لے کر آؤ۔ امیر المومنین عمرؓ نے ایک ہاتھ سے اس تلوار کو جو عمر بن وہب کی گردن میں تھی مضبوطی سے پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے تلوار کا دستہ پکڑا۔ (اس حالت میں) اسے رسول علیہ السلام کی خدمت میں لائے۔ انصار کی ایک جماعت کو رسول علیہ السلام کے آگے بٹھایا تاکہ اس کتے کے تعرض سے محفوظ رہیں۔

رسول علیہ السلام نے فرمایا، اسے چھوڑ دو اور اس سے فرمایا اے عمر آگے آؤ۔ پھر اس سے دریافت فرمایا کہ تم یہاں کس لیے آئے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس قیدی کے لیے آیا ہوں جو آپ ﷺ کی قید میں ہے۔ رسول علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم نے تلوار کیوں لٹکائی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تلوار کا منھ کالا ہو جو ہرگز ہمارے کام نہ آئی۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا سچ بتاؤ کہ اس کے بغیر تمہاری رہائی ناممکن ہے۔ اس نے کہا کہ میں سوائے اس مہم کے جو بتا چکا ہوں اور کسی کام سے نہیں آیا۔ (اس جواب پر) رسول علیہ السلام نے فرمایا، تم نے صفوان سے عہد نہ کیا تھا اور اہل قبیلہ کو یاد نہیں کیا تھا؟ کیا صفوان نے تمہارے قرض کی ادائیگی اور اہل وعیال کی کفالت کا ذمہ نہ لیا تھا؟ کیا تم محمد علیہ السلام کے قتل کے لیے نہیں آئے؟ بے شک تم اس مہم پر آئے ہو لیکن اللہ تعالیٰ تمھارے اور تمھاری مراد کے درمیان حائل ہوگیا۔ (یہ سن کر) عمر نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ انتہائی نقصان کے سبب میں آپ ﷺ کی بارگاہ سے محروم رہا۔ آپ کی سچائی مجھ پر ظاہر ہوگئی، کیوں کہ یہ باتیں سوائے میرے اور صفوان کے کسی کے علم میں نہ تھیں۔ آپ کو بیشک خدائے تعالیٰ نے خبر دی ہے اور اس نے مجھے دولتِ اسلام سے مشرف فرمایا۔ رسول علیہ السلام نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ اپنے بھائی کو اسلام کے احکام سکھاؤ اور قرآن تعلیم کرو۔ بعد ازاں (عمر بن وہبؓ نے) مکے کی واپسی کی اجازت طلب کی۔ انھوں نے

خلقِ خدا کو خدا کی طرف بلایا اور ایک بڑی جماعت ان کے واسطے سے مشرف بہ اسلام ہوئی۔

منقول ہے کہ غزوۂ احد میں (اسلامی لشکر میں) بھگدڑ مچ گئی۔ ابی بن خلف جو ایک گھوڑے پر سوار تھا رسول علیہ السلام کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ اگر آج آپ ﷺ میرے ہاتھ سے بچ جائیں تو مجھے نجات حاصل نہ ہو۔ اس وقت رسول علیہ السلام حارث بن وہمہؓ اور سہیل بن حنق کا تکیہ کیے ہوئے تھے۔ ابی بن خلف نے رسول علیہ السلام پر حملہ کیا۔ مصعب بن عمیرؓ نے خود کو رسول علیہ السلام کا محافظ بنایا (یعنی سامنے آ گئے) ابی کا نیزہ مصعبؓ کو لگا اور وہ شہید ہوگئے۔ سہیلؓ کے ہاتھ میں بھی ایک نیزہ تھا۔ رسول علیہ السلام نے اُن سے وہ نیزہ لے کر بغل کی زرہ کے نیچے مارا۔ ابی وہاں سے گھوڑے پر سرپٹ بھاگا اور اپنی قوم میں پہنچا اور گائے کی آواز میں چیخنے لگا۔ ابوصفوان نے کہا، اے سردار! اس قدر کیوں چیخ رہے ہو؟ یہ نشان ایک (معمولی) خراش سے زیادہ نہیں ہے جس سے کسی طرح کا زخم نہیں ہوتا۔ ابی نے کہا، میدانِ جنگ کے سردار (علیہ السلام) نے یہ نیزہ مارا ہے (مجھے یاد ہے) وہ دن جب میں مکے میں تھا (تو حضور ﷺ نے) فرمایا تھا۔ جلدی وہ وقت آنے والا ہے جب تو میرے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ اب مجھے معلوم ہوگیا کہ وہی میرے قاتل ہیں اور میں زندہ نہ بچ سکوں گا۔ خدا کی قسم میں اس زخم کی تکلیف کا احساس کر رہا ہوں اگر اسے تمام اہل حجاز پر تقسیم کریں تو سب ہلاک ہوجائیں۔ بہر حال اسی طرح واویلا مچاتا رہا حتیٰ کہ اپنی جان دوزخ کے مالک کے سپرد کردی۔

امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ جب لشکرِ اسلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے بھاگا تو یہ نعرہ بلند ہوا ''**محمد قد قتل**'' (تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم مارے گئے)۔ میں نے مقتولوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا۔ میں نے کہا واللہ رسول اللہ علیہ السلام فرار نہیں ہوئے (شاید) قتل ہوگئے ہیں۔ یہ اس سبب سے کہ اللہ نے ہم پر غضب کیا ہے اور رسول علیہ السلام کو ہمارے درمیان سے اٹھا لیا ہے۔ اب یہی بہتر ہے کہ ہم مقاتلہ کریں یہاں تک کہ شہید ہوجائیں اور دنیا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر نہ دیکھیں۔ میں نے تلوار کے نیام کو توڑ دیا اور شہید ہونے کی ٹھان لی۔ بعد ازاں میں نے مشرکوں پر جو ایک جگہ جمع تھے حملہ کردیا۔ وہ ادھر اُدھر بکھر گئے۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ رسول علیہ السلام اپنے مقام پر رونق افروز ہیں۔

غزوۃ الرجع میں جو ۴ ھ ہجری میں ہوئی تھی، عاصم بن ثابتؓ شہید ہوئے۔ دشمنوں نے ان کا سرتن سے جدا کرنے کا قصد کیا اور بسلانہ بنت سعد کو بھیجا کہ عاصمؓ نے جنگِ احد میں میرے بیٹے کو قتل کیا اور میں نے منت مانی تھی کہ جس وقت عاصمؓ کا سر اس کے پاس لایا جائے گا تو ان کا سر لانے والے کو سو اونٹ دوں گا اور اس کے کاسۂ سر سے شراب پیوں گا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے شہد کی مکھیاں بھیج دیں جو عاصمؓ کی نعش کے گرد اڑتی رہیں اور جو کوئی اُن کے نزدیک جاتا اسے ڈنک مارتیں۔ اس کا چہرہ سوج جاتا اور مرنے کے قریب پہنچ جاتا۔ کافروں نے کہا جب رات ہوگی تو زنبور اڑ جائیں گی تب ان کا سر کاٹیں گے۔ جب رات ہوئی تو بہت سخت بارش ہوئی۔ سیلاب کا بڑا ریلا آیا اور عاصمؓ کی نعش کو بہا کرلے گیا۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ عاصمؓ نے منت مانی تھی کہ کوئی مشرک انھیں نہ چھوئے اور کسی مشرک کا ہاتھ ان کے جسم تک نہ پہنچے۔ چوں کہ منت کا عہد خود کیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات کے بعد ان کی نعش کو مشرکوں کے چھونے سے محفوظ رکھا۔

غزوۂ خندق میں جب صحابہؓ خندق کھود رہے تھے تو ایک سخت پتھر آ گیا۔ سب اس کے توڑنے سے عاجز رہے۔ حضرت سلمانؓ نے رسول علیہ السلام کو (اس مشکل مرحلے کی) خبر دی۔ رسول علیہ السلام خندق پر تشریف لائے حضرت سلمانؓ بھی ساتھ تھے۔ بعض صحابہؓ کنارے پر کھڑے تھے۔ رسول علیہ السلام نے ایک دھار دار پتھر حضرت سلیمانؓ سے لیا اور چٹان پر مارا اس کے ٹکڑے ہوگئے اور اس سے ایسی بجلی کوندی کہ تمام مدینہ روشن ہوگیا۔ رسول علیہ السلام نے فتح کی تکبیر بلند کی اور فرمایا کہ سب اہل اسلام تکبیر کہیں۔ سب نے تکبیر کہی۔ پھر دوسری ضرب سے ایک بجلی کوندی۔ رسول علیہ السلام اور سب نے مل کر تکبیر بلند کی۔ پھر تیسری ضرب نے یہی منظر پیش کیا۔ حضرت سلمانؓ نے عرض کیا، یا رسول علیہ السلام میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں یہ کیا منظر تھا جو میں نے دیکھا کہ کبھی ایسا منظر نگاہ میں نہیں آیا۔ رسول علیہ السلام نے قوم کی طرف دیکھا اور دریافت فرمایا کہ سلمانؓ نے جو کچھ دیکھا کیا تم نے بھی مشاہدہ کیا۔ صحابہؓ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کچھ نظر نہ آیا۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب پہلی ضرب سے بجلی چمکی تو اس کی روشنی میں، میں نے ارضِ کسریٰ (ایران) کے محل دیکھے جیسے کتوں کی قبریں ہوں۔ جبریلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ محلات میری امت کے قبضے میں آئیں گے۔ دوسری ضرب سے بجلی چمکی تو اس کی روشنی میں میں زمینِ روم کے سرخ محلات کو، کتوں کی قبروں کی مانند مشاہدہ کیا۔ جبریلؑ نے مجھے خبر دی کہ میری امت ان ملکوں تک آئے گی۔ تیسری ضرب سے جو بجلی چمکی اس کی روشنی میں میں نے صنعا کے محلات دیکھے۔ ان کے بارے میں جبریلؑ نے مجھے خبر دی کہ آپ ﷺ کی امت ان شہروں کو فتح کرے گی۔

واحدی[1] بیان کرتے ہیں کہ رسول علیہ السلام نے کسریٰ کے قصرِ سفید کے اوصاف بیان فرمائے تو حضرت سلمانؓ نے عرض کیا واللہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصرِ سفید کی صفات بیان فرمائی ہیں قصر سفید ایسا ہی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ خدا کے رسول ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، بے شک ملک شام فتح ہوگا اور ہرقل اپنی مملکت کے اطراف سے بھاگ جائے گا اور شام پر حاکم ہوگا[2] پھر کسی کو تمھارے مقابلے کی ہمت نہ ہوگی۔ بے شک ملکِ یمن بھی فتح ہوگا اور

---

[1] واحدی۔ یہ غالباً مورخ ''واقدی'' ہے جو سہو کتابت کے باعث وحدی نقل ہوگیا ہے۔ مترجم کو تحقیقی وسائل دستیاب نہیں ہیں اس لیے متن کا تتبع کرتے ہوئے یہاں ''واحدی'' ہی تحریر کیا گیا ہے۔

[2] یہاں بھی عبارت میں غالباً سہوِ کتابت ہے۔ جب ہرقل اپنی مملکت کے اطراف سے بھاگ جائے گا تو شام کا حاکم کیسے رہے گا؟ اہل اسلام شام کے حاکم ہوں گے چنانچہ یہ جملہ کہ فرار ہونے کے بعد ہرقل حاکم شام ہوگا درست نہیں ہے۔ یہاں بھی مترجم نے اصل ماخذ دستیاب نہ ہونے کے باعث متن کی عبارت کو برقرار رکھا ہے اور اپنا احتمال پیش کردیا ہے۔

کِسریٰ بھی مارا جائے گا۔ اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ حضرت سلمانؓ نے بیان کیا کہ جو کچھ رسول علیہ السلام نے فرمایا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم نے وہی مشاہدہ کیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ حضرت علیہ السلام اور کفار کے درمیان جو جنگیں ہوئیں۔ ان کی کل تعداد بائیس ہے۔

پہلا غزوۂ ودّان ہے جس میں لشکر اسلام ابواتک آیا۔ یہ ۱ھ ہجری کے دو ماہ اور دس دن بعد واقع ہوا۔

دوسرا غزوۂ وعیر ہے۔ اس میں امیہ بن خلف سردارِ قریش تھا۔

تیسرا غزوہ ایک ماہ اور تین روز بعد ہوا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ کُرز بن جابر نے مدینے کے مویشی لوٹ لیے تھے۔ اس کا تعاقب کیا گیا تھا۔

چوتھا غزوہ، غزوۂ بدر ہے جو مذکورہ واقعے کے بیس دن بعد واقع ہوا۔ یہ ہجرت کے ایک سال، آٹھ ماہ اور رمضان المبارک کی سترہ راتیں گزرنے کے بعد رونما ہوا۔ اس میں صحابہؓ کی تعداد تین سو دس تھی اور مشرکین کی نو سو سے ایک ہزار تک تھی۔ اس دن کو ''یوم الفرقان'' بھی کہتے ہیں، کیوں کہ حق تعالیٰ نے اس دن حق اور باطل کو الگ الگ کر دیا۔ حق تعالیٰ نے بدر میں پانچ ہزار فرشتے حضرت علیہ السلام کی نصرت کے لیے بھیجے تھے۔

پانچواں غزوہ، غزوۂ بنی قنیقاع ہے۔

چھٹا غزوۂ سویق ہے جو ابوسفیان کے تعاقب میں عرب کی ''پتھریلی'' زمینوں میں ہوا۔ وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ اکثر مشرکین اپنا زادِ سفر (ستو کے بورے) چھوڑ گئے تھے۔ مسلمانوں نے اس سامان پر قبضہ کر لیا۔

ساتواں غزوہ، غزوہ نبی سلمہ ہے یہ جنگ پانی کے سبب سے ہوئی تھی۔

آٹھواں غزوہ ذی امرو ہے جو ایک موضع کا نام ہے۔ کہا گیا ہے یہ آٹھواں غزوہ تھا اور ۲ھ ہجری کا چوتھا غزوہ ہے۔

نواں غزوۂ احد ہے جو ۳ھ ہجری میں احد میں ہوا۔ اُن کے شمال (بائیں) کی جانب جبریلؑ اور دائیں طرف رسول علیہ السلام کے میکائیلؑ تھے۔

دسواں غزوہ بنی نضیر ہے جو احد سے سات ماہ دس دن بعد ہوا۔

گیارہواں غزوہ ذات الرقاع تھا جو غزوۂ نضیر سے دو ماہ بیس دن بعد ہوا۔ وہاں صلوٰۃ الخوف ادا کی گئی تھی۔ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ جنگ میں صحابہؓ نے جوتے نہ ہونے کے سبب پیروں میں چیتھڑے باندھے ہوئے تھے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ذات الرقاع مدینے کے قریب ایک پہاڑ ہے جس میں سرخ، سیاہ اور سفید دھبے ہیں۔

بارھواں غزوہ دومتہ الجندل ہے جو اس سے دو ماہ چار روز بعد ہوا۔ اس میں دال پر زبر اور جدل پر پیش ہے۔ یہ ایک قبیلہ کا نام تھا جو حمص سے انیس میل کے فاصلے پر تھا اور حمص ایک مشہور موضع ہے۔

تیرھواں غزوہ، غزوہ نبی المصطلق ہے جو خزاعہ میں سے ہے۔ یہ غزوہ اس واقعے سے جسے افک کہتے ہیں پانچ ماہ تین

روز بعد واقع ہوا۔

چودھواں غزوہ خندق ہے جو ۴ھ ہجری کے دو ماہ پانچ دن بعد ہوا۔

پندرھواں غزوہ بنی قریظہ اس کے چھ روز بعد ہوا۔ قریظہ مدینۂ طیبہ کے یہودیوں کے ایک قبیلے کا نام تھا۔

سولھواں غزوہ بنی ملحیان ہے، جو ہند کا ایک قبیلہ ہے۔ یہ تین ماہ بعد واقع ہوا۔

سترھواں غزوہ، غزوۂ الغابہ ہے جو ہجرت کے چھٹے[1] سال ہوا۔ اس میں حج ☆ وعمرہ ادا کیا گیا تھا۔ اسے غزوۂ حدیبیہ بھی کہتے ہیں۔ حدیبیہ مکہ معظّمہ کے قریب ایک موضع ہے۔

اٹھارواں غزوہ خیبر ہے جو ۷ھ ہجری کے تین مہینے دس دن بعد واقع ہوا۔ اس کے چھ ماہ اور دس دن بعد عمرہ ادا فرمایا۔

اُنیسواں غزوہ فتح مکہ ہے جو ۷ھ ہجری کے آٹھ ماہ اور گیارہویں روز واقع ہوا۔

بیسواں غزوہ غزوۂ حنین تھا۔ اس غزوے کے ایک دن بعد جنگ میں ملائکہ نازل ہوئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی نصرت پہنچائی تھی۔

اکیسواں غزوہ، غزوۂ طائف تھا۔ اسی سال حج ☆ بھی ادا کیا۔ عتاب بن اسید کے لوگ بھی ساتھ تھے۔

بائیسواں غزوہ تبوک ہے جو ہجرت کے نویں سال میں چھ ماہ اور پانچ دن بعد ہوا۔ اسی سال زید بن ارقم اور دیگر صحابہؓ کے ساتھ حج ☆ ادا فرمایا۔

حضرت زید بن ارقمؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سترہ غزوات میں حصہ لیا۔ ابن اسحاق، ابومعشر، موسیٰ بن عقبہ اور اُن جیسے دس (۱۰) افراد کی مشہور رائے یہ ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) پچیس غزوات میں بذات خود حصہ لیا اور کہا جاتا ہے کہ ستائیس غزوات میں شریک ہوئے۔ سرایا اور چھوٹی جنگیں تقریباً پچاس ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ان میں سے سات جنگوں، بدر، احد، خندق، بنوقریظہ، بنومطلق اور خیبر میں شریک ہوئے۔[2] اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو فتح دی۔ غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آٹھ محافظوں کا ذکر ہوا ہے۔ وہ یہ تھے:

سعد بن معاذؓ نے جنگ بدر میں حفاظت کی۔ ذکوان بن عبداللہؓ اور محمد بن میمنہؓ جنگ احد میں محافظ تھے۔ زبیر بن العوامؓ، عباد بن بشیرؓ، سعد بن وقاصؓ، ابو ایوب انصاریؓ اور بلالؓ نے وادی العری میں نگاہ داشت کی۔ آیۂ کریمہ نازل

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص۲۸۹) میں سہوِ کتابت کے باعث ''سہ سال'' (تین سال) نقل ہوا ہے۔ مترجم نے علامہ شبلی نعمانی کی تصنیف ''سیرۃ النبیؐ'' جلد اوّل سے تصحیح کی ہے۔ لاہور طبع چہارم ۱۹۸۵ء ص ۴۱۸۔

☆ حج ۹ھ میں فرض ہوا جس کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنایا اور خود اپنا پہلا اور آخری حج ۱۰ھ میں ادا فرمایا۔ (ناصر الدین) بحوالہ رحمت للعالمین ج۱، ص: ۲۲۷ اور نبی رحمت، تیسرا ایڈیشن۔ ص:۴۹۸

[2] مطبوعہ نسخے (ص۲۸۹) کے متن میں چھ غزوات کے نام نقل ہوئے ہیں۔ ساتویں جنگ کا نام تحریر نہیں کیا گیا۔

ہوئی، یٰۤاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ط وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط[1]

(اے رسول پہنچا دیجیے جو اتارا گیا آپ پر آپ کے رب کی طرف سے اور اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو اپنے رب کا پیغام آپ نے نہ پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمرے کا ذکر

ہجرت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج ☆ ادا فرمایا۔ (اس حج میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو رخصت کیا اور فرمایا، (وہ وقت) قریب ہے کہ اس سال کے بعد تم مجھے نہ دیکھو گے۔ اسی باعث اس حج کو ''حجۃ الوداع'' کہا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل دو حج کیے تھے۔ حج ۶ھ ہجری میں فرض کیا گیا۔ اس وقت تک مکہ فتح نہیں ہوا تھا۔ مکہ ۸ھ ہجری میں فتح ہوا، چناں چہ رسول علیہ السلام نے اس سال عتاب بن اسیدؓ کو خلیفہ مقرر فرمایا کہ لوگوں کو حج کرائیں ۹ھ ہجری میں حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کو حج کرایا ان کے عقب میں حضرت علیؓ کو بھیجا تا کہ وہ سورۂ برأت (سورۂ توبہ) کے اس مضمون اور حکم سے اہل مکہ کو مطلع کریں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کر سکے گا نہ برہنہ حالت میں خانہ کعبہ کا طواف کرے گا۔ ۱۰ھ ہجری میں لوگوں میں اعلان کرایا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد اس سال حج ادا کرنے کا ہے۔ اس اعلان کے بعد لوگوں کی کثیر تعداد مدینہ طیبہ میں جمع ہوگئی اور ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں حج ادا کرے اور وہ اعمال بجالائے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادا فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دن کے وقت مدینے سے روانہ ہوئے۔ اس سے قبل آپ ﷺ نے، سر میں تیل ملا، کنگھی کی اور خوشبو استعمال فرمائی اور ذی الحلیفہ میں قیام فرمایا نیز ارشاد فرمایا، آج کی شب جو میرے نزدیک ہوا وہ میرے رب کے قریب ہوا۔ پھر فرمایا کہ اس مبارک وادی میں دو رکعت نماز ادا کرو اور فرمایا کہ حج کے ایام میں عمرہ کرنا جائز ہے۔ نماز ادا کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا اور اسی موقعے پر احرام کو واجب فرمایا جسے بے شمار لوگوں نے منجملہ ابن عباسؓ کے سنا۔ اس کے بعد آپ ﷺ سوار ہوئے۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی سیدھی کھڑی ہوگئی تو آپ نے لبیک کہا۔ جس وقت صحرا کی بلند زمین پر چڑھے تو لبیک فرمایا، چناں چہ اس بنا پر کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (پہلے) احرام باندھا، پھر سوار ہونے کے بعد جب اونٹنی سیدھی ہوئی اور جس وقت صحرائی ٹیلوں پر چڑھے تو لبیک فرمایا۔ کبھی عمرے کے لیے کبھی حج کے لیے لبیک کہا۔ اسی بنا پر کہا گیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط حج کے لیے احرام باندھا تھا۔ آں حضرت صلی اللہ

---

[1] پارہ ۶۔ سورہ المائدہ، آیت ۶۷۔

☆ اس عبارت سے بھی واضح ہوتا ہے کہ گذشتہ صفحات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بار حج ادا فرمانے سے مراد سفر عمرہ ہوسکتا ہے، حج نہیں (ناصر الدین)

علیہ وسلم کے جسم اطہر کے نیچے پرانی زین تھی جس پر کمبل پڑا ہوا تھا اور جس کی قیمت چار درم سے زیادہ نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ ہمارے حج کو ریا اور نمائش سے خالص فرما۔ حضرت جابرؓ نے یہ حدیث روایت کی کہ میں نے اپنی حدِ نظر تک دیکھا کہ آں حضرت ﷺ کے گرداگرد آگے پیچھے، دائیں بائیں پیادوں اور سواروں کا ہجوم تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بیچ میں تھے۔ آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوتا تھا جس کی تاویل آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے تھے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس حج میں) جو کچھ کیا، ہم سب نے اس کی پیروی کی۔ رسول علیہ السلام اتوار کے روز صبح کے وقت مکۂ معظّمہ میں داخل ہوئے، اس راستے سے جو مکے سے بلندی کی طرف ہے اور جس کا نام بطحا تھا۔ اس کے بعد، اس حالت میں طوافِ قدوم کیا کہ صبر وسکون کے ساتھ چادر مبارک اپنے بازوؤں پر لپیٹی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے ایک بہادر شخص کی مانند تین چکر تیز رفتاری (رمل) سے اور چار طواف آہستہ چل کر پورے کیے۔ پھر باہر تشریف لائے اور کوہِ صفا پر آئے اور پیادہ دوڑے۔ جب خلقت کا ہجوم ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہوئے تاکہ ہر شخص آپ ﷺ کی زیارت کر سکے۔ پھر مقام جحون کے اوپر قیام فرمایا۔

جب یوم الترویہ ہوا جو آٹھ ذی الحجہ کو ہوتا ہے تو آپ منا تشریف لائے اور وہاں نماز ظہر، عصر، مغرب، عشا اور فجر ادا فرمائی۔ بعد ازاں جب آفتاب بلند ہوا تو عرفات تشریف لے گئے۔ مقامِ نمرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خیمہ کھڑا کر دیا گیا، سو آپ ﷺ نے وہاں آدھا دن قیام کیا۔ جب آفتاب نصف النہار سے گزر گیا تو آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور لوگوں کے ہمراہ ایک اذان اور دو تکبیر کے ساتھ نماز ظہر اور عصر ملا کر ادا فرمائی۔ پھر موقف پر تشریف لے گئے اور اپنی اونٹنی پر جس کا نام قصویٰ تھا کھڑے ہوگئے۔ دعا فرماتے رہے اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر پڑھتے رہے، حتیٰ کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ پھر غروبِ آفتاب کے بعد مزدلفہ لوٹ آئے اور رات وہیں گزاری اور وہیں نماز فجر ادا فرمائی۔ اس کے بعد کوہ قرح پر جو مشعرِ حرام ہے کھڑے رہے اور دعا فرماتے رہے نیز اللہ اکبر اور سبحان اللہ ولا الہ الا اللہ پڑھتے رہے، یہاں تک کہ صبح کی روشنی پھیل گئی۔ پھر طلوعِ آفتاب سے قبل واپس ہوئے اور اس وادی تک تشریف لائے جسے محسر کہتے ہیں اور اپنی اونٹنی کو دوڑایا۔ اس کے بعد منا تشریف لائے اور رمی جمار کیا یعنی اس ستون پر جس کا نام جمرۃ العقبہ ہے سات بار کنکریاں ماریں۔ پھر اپنی قیام گاہ پر واپس ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہؓ تھے۔ ایک نے اونٹنی کی لگام تھامی ہوئی تھی اور دوسرے نے دھوپ سے بچاؤ کے لیے کپڑا تان رکھا تھا۔ (شان یہ تھی کہ) نہ لوگوں کو پیٹا جا رہا تھا نہ آگے سے ہٹایا جا رہا تھا جیسے کہ سرداروں کی سواری کے آگے کرتے ہیں۔ نہ ایک طرف ہوجاؤ یا دور ہوجاؤ کی صدا بلند تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے مقام پر قربانی دی۔ آپ ﷺ کے ساتھ قربانی کے لیے ۱۰۰ سو جانور تھے، ان میں سے تریسٹھ ۶۳ آپ ﷺ نے ذبح فرمائے اور باقی جانوروں کو ذبح کرنے کے لیے حضرت علیؓ کو حکم دیا اور اپنی قربانی میں انھیں بھی شریک کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ خانۂ کعبہ تشریف لائے اور اس کے سات طواف کیے۔ پھر زمزم پر آئے اور

پانی نوش فرمایا اور منا واپس ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منا میں بقیہ یوم النحر اور تین روز ایام تشریق میں قیام فرمایا اور ہر روز تینوں ستونوں پر پیدل چل کر سات سات بار کنکریاں ماریں۔ آپ ﷺ اس ستون سے جو مسجد خیف سے متصل ہے رمی جمار شروع فرماتے، اس کے بعد وسطی اور آخری ستونوں پر رمی جمار فرماتے تھے۔ پہلے اور وسطی ستون کے پاس دعا فرماتے تھے۔

تیسرے روز آں حضرت ﷺ مقام محصب پر تشریف لے گئے، وہاں ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نمازیں ادا فرمائیں اور رات کو آرام فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُس رات مقام تنعیم پر عمرے کے لیے احرام باندھا اور جب حضرت عائشہؓ نے عمرہ ادا کر لیا تو رسول علیہ السلام نے سامان باندھنے اور سفر کرنے کا حکم دیا۔ (پہلے) طوافِ وداع کیا پھر جانبِ مدینۂ طیبہ روانہ ہوئے۔

مکۂ معظّمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حج کے لیے قیام دس روز تھا۔ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی صفت از اوّل تا آخر، اُن احکام و واقعات کے حوالے سے جو ہمیں دستیاب ہوئے، بیان کردی ہے۔ اس میں مدینہ طیبہ سے روانگی اور پھر تشریف آوری کی تفصیلات سوائے اُن عمروں کے آگئی ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے ادا فرمائے اور یہ تمام کے تمام ذیقعدہ میں واقع ہوئے۔ ان میں ایک عمرۂ حدیبیہ مشرکین نے ادا کرنے سے روک دیا تھا۔ جب مشرکین نے صلح کرلی تو یہ شرط رکھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ سال عمرے کے لیے تشریف لائیں۔ مشرکین مکہ تین شبانہ روز مکے سے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے جائیں گے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں احرام کھول دیا اور سترّ اونٹ جو آپ ﷺ اپنے ہمراہ لائے تھے ان کی قربانی دی۔ انھیں میں ابوجہل کا اونٹ بھی شامل تھا جس کی ناک میں چاندی کی نتھ تھی۔ اس اونٹ کے ذبح کرنے کے وقت مشرکین نے بڑے غیض وغضب کا اظہار کیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا عمرہ، عمرۂ قضا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے ذی الحلیفہ پر احرام باندھا اور مکہ معظّمہ میں تشریف لائے۔ جب عمرے سے فارغ ہوگئے تو آپ ﷺ نے وہاں تین روز قیام فرمایا۔ یہاں حضرت میمونہؓ جن سے آپ ﷺ نے عمرے سے قبل نکاح فرمایا تھا، اور خلوت نہ فرمائی تھی، خلوت فرمائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ بن عفان کو مشرکین کے پاس اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ اگر تم اجازت دو تو میں یہاں مزید تین روز قیام کروں اور ولیمہ کروں نیز اپنی زوجہ کے ساتھ خلوت کروں۔ مشرکین نے جواب دیا کہ ہمیں آپ ﷺ کے ولیمے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ﷺ ہمارے پاس سے چلے جائیں، چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے باہر تشریف لے آئے اور مقام شرف میں جو مکے سے دس کوس کے فاصلے پر ہے اپنے اہل سے خلوت فرمائی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا عمرہ، عمرۃ الجعرانہ ہے۔ یہ ۸ھ ہجری میں ادا فرمایا۔ جب مکہ فتح ہوا، آپ ﷺ

جعرانہ تشریف لے گئے وہاں اہل طائف آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں احرام باندھا اور مکے میں داخل ہوئے اور عمرہ ادا فرمایا۔ ماہِ ذی قعدہ سے بارہ راتیں باقی تھیں جب آپ ﷺ نے رات کو عمرہ ادا فرمایا اور پھر جعرانہ واپس ہوئے اور صبح تک جعرانہ میں رہے۔ اس کے بعد مدینۂ طیبہ روانہ ہوئے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھا عمرہ حج کے ساتھ ادا فرمایا۔

چھٹا شرف۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ کے بیان میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں محمد ﷺ ہوں، احمد ﷺ ہوں، ماحی ﷺ ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے سبب سے کفر کو مٹاتا ہے۔ میں حاشر ﷺ ہوں کہ میرے بعد مخلوق اٹھ کھڑی ہوگی۔ میں عاقب ﷺ ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

دوسری روایت میں ہے، مقفی ہوں یعنی فیصلہ کرنے والا۔ میں نبی رحمت ﷺ ہوں اور نبی توبہ ﷺ ہوں۔ دوسری روایت میں ہے نبی جنگ یعنی جہاد (ہوں)۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آں حضرت ﷺ کے یہ نام رکھے۔ بشیر ﷺ، نذیر ﷺ، سراج منیر ﷺ، رؤف ﷺ، رحیم ﷺ یعنی دوست اور دشمن پر بہت زیادہ مہربانی فرمانے والے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ، محمد ﷺ، احمد ﷺ، یٰسین ﷺ، مزمل ﷺ، مدثر ﷺ، عبداللہ ﷺ، مبین ﷺ اور مذکور ﷺ۔ تحقیق کہ بہت سے نام بیان کیے گئے ہیں لیکن میں نے اُن میں سے مشہور نام بطور اختصار تحریر کیے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں۔

فاتح ﷺ، متوکل ﷺ وخاتم ﷺ یعنی توکل کرنے والے اور نبوت کو کھولنے اور ختم کرنے والے۔ ضحوک (خندہ پیشانی والے) قتّال یعنی راہِ حق میں جنگ کرنے والے۔ امین ﷺ، مصطفیٰ ﷺ، رسول ﷺ، نبی الامی (مخلوق سے ناخواندہ) قاسم ﷺ یعنی بھلائی تقسیم کرنے والے۔ بہر حال اُن بہت سے ناموں میں سے چند مذکور ہوئے ہیں۔ بعض مشہور کتابوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور نام ننانوے بیان کیے گئے ہیں (لیکن) فی الحقیقت ظہورِ کائنات اور صورتیں، سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ ہیں۔ اس معنی پر مشتمل مشہور رباعی ہے: رباعی:

یارے دارم کہ جسم وجاں صورتِ اوست
چہ جسم وچہ جاں جملہ جہاں صورتِ اوست
ہر صورت خوب ومعنیِ پاکیزہ
کاندر نظر تو آید آں صورتِ اوست

ترجمہ: میرا محبوب ایسا ہے کہ جسم وجاں اس کی صورت پر ہے۔جسم وجان کیا چیز ہیں تمام جہاں اس کی صورت ہے (بلکہ) ہر اچھی صورت اور پاکیزہ معنی جو تیرے مشاہدے میں آئے اس کی صورت ہے۔

ساتواں شرف۔آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارک اور ظاہری اوصاف کا ذکر

رسول علیہ السلام کا قد مبارک درمیانہ تھا۔ نہ زیادہ دراز قد تھے اور نہ زیادہ کوتاہ قد تھے۔آپ ﷺ کے دونوں بازوؤں کے درمیان کم فرق تھا۔آپ ﷺ کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا رنگ نہایت چمکیلا تھا نہ بہت زیادہ سفید اور نہ گندم گوں۔آپ ﷺ کے سر کے بال قدرے بل دار تھے۔ جب کہ آپ ﷺ بالوں کو بڑھائے ہوتے تو کان کی لو تک پہنچ جاتے اور جب بالوں کو چھوٹا کرتے تو آدھے کان تک نہ پہنچتے۔آپ ﷺ کے سر اور ریش مبارک میں سفید بال بیس بھی نہ تھے۔گردن مبارک ایسی تھی جیسی تصویر کی گردن ہوتی ہے صفائی میں چاندی جیسی خوب روشن تھی۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک صبیح اور روشن تھا اور چودھویں کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔آپ ﷺ کا وجود مبارک حسن و اعتدال سے معمور تھا۔آپ ﷺ صاحب علامت یعنی معجزہ تھے۔خوبصورت اور حسین تھے۔آنکھ کی پتلی نہایت سیاہ تھی اور آپ ﷺ کی پلکیں دراز تھیں۔آواز نرم تھی اور آپ ﷺ کی گردن مبارک روشن اور چمک دار تھی۔ ریش مبارک کے بال گھنے اور خوب صورت معلوم ہوتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور سے خوش وضع اور قریب سے شیریں معلوم ہوتے تھے آپ ﷺ شیریں کلام تھے۔آپ ﷺ کے کلام میں لغویت، جھوٹ اور ٹھٹھول ہرگز نہ ہوتے تھے۔آپ ﷺ کا کلام موتیوں کی لڑی کی مانند ہوتا تھا جس میں موتی ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔آپ ﷺ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی۔ بھنویں باریک اور لمبی تھیں۔ دونوں بھنویں جڑی ہوئی نہ تھیں۔ دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کے وقت ابھر جاتی تھی۔آپ ﷺ کی مبارک بینی دراز وبلند تھی جس پر نور نمایاں تھا۔اگر کوئی شخص غور سے نہ دیکھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دراز بینی والا سمجھتا۔آپ ﷺ کے دونوں رخسار مبارک برابر اور ہموار تھے آپ کے آگے کے دندان مبارک میں ریخیں تھیں۔(جڑے ہوئے نہ تھے) آپ ﷺ کے سینۂ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی جیسے کوئی شاخ ہو۔آپ ﷺ کے شکم مبارک اور سینے پر سوائے اس کے کہ جو بیان کیا گیا ہے اور کچھ نہ تھا۔ دونوں بازوؤں (شانوں) پر بال تھے۔جسم اطہر گوشت سے بھرا ہوا گٹھیلا تھا۔سینۂ مبارک اور شکم برابر تھے۔سینہ کشادہ تھا۔ ہڈیوں کے جوڑ اور اعضا مضبوط تھے۔آپ ﷺ کا بدن چمک دار تھا اور کلائیاں دراز تھیں۔ہتھیلی کشادہ تھی۔ دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم پر گوشت تھے۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں بلند (لمبی) تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوے گہرے تھے۔ برابر اور نرم تھے۔ دونوں قدم مبارک اس طرح کے تھے کہ اگر

پانی گرایا جاتا تو پانی ڈھل جاتا (میل کچیل سے پاک تھے)۔ جب چلتے تو پائے مبارک قوت سے اٹھاتے اور قدم اس طرح رکھتے کہ آگے کو جھک پڑتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ اور نرمی سے چلتے تھے۔ جب کبھی تیز تیز چلتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ بلندی سے پستی کی جانب اتر رہے ہیں۔ جب کسی شخص یا چیز کو دیکھنا چاہتے تو اچھی طرح سے دیکھتے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی جیسے چکور یا، کبوتر کا انڈا ہوتا ہے۔ اس مہر کا رنگ جسم اطہر کے رنگ کے موافق تھا اور اس پر تل تھے۔ سینۂ مبارک موتی کی مثل تھا۔ آپ کے پسینے کے خوشبو ایسی تھی جیسی خالص مشک کی خوشبو ہوتی ہے (راوی فرماتے ہیں کہ) میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل یا بعد کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس کے اس قدر اوصاف بیان کیے گئے ہوں۔

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے کوئی بالوں والا سرخ لباس یعنی مخطط پہنے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ حضرت انسؓ نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی کو چھوا تو وہ دیبا اور حریر سے زیادہ نرم تھی اور کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے زیادہ خوشبو دار ہو۔ انھی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو یہ شعر پڑھتے تھے۔

امین مصطفی با لخیر یدعو

ضوء البدر زائله الظلام

ترجمہ: آپ ﷺ امین ہیں، برگزیدہ ہیں اور مخلوق کو نیکی کی طرف بلاتے ہیں۔ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہیں جو تاریکی دور کرتا ہے۔

آٹھواں شرف۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معنوی اوصاف کا ذکر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول علیہ السلام کے اخلاق کے بارے میں بتائیں، انھوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ناخوش ہوتے تھے اور اس کی رضا کے لیے خوش ہوتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے نفس کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا اور نہ اپنے نفس کے لیے کسی سے ناخوش ہوئے۔ جب یہ ملاحظہ فرماتے کہ کسی نے ایسی بات کی ہے جسے خدا نے حرام قرار دیا ہے تو اس سے انتقام لیتے تھے۔ تمام لوگوں سے زیادہ شجاع اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔

حضرت علیؓ نے بیان کیا کہ جب کبھی ہم حالتِ خوف میں ہوتے تھے تو آپ کی پناہ میں آجاتے۔ سب لوگوں سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ فیاض تھے۔ آپ ﷺ نے کسی سے کبھی سوال نہیں کیا۔ پھر (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مزید) فرمایا کہ آپ ﷺ رمضان کے مہینے میں دوسرے مہینوں کی بہ نسبت زیادہ سخی ہوجاتے تھے۔ ملکوں سے بے شمار درہم و دینار آتے

تھے، چناں چہ رات ہونے سے پہلے ہی آپ (اللہ کی راہ میں) خرچ فرما دیتے تھے۔ آپ ﷺ صرف ایک سال کے لیے اپنے اہل وعیال کے لیے کچھ رکھ لیتے تھے اور وہ بھی گندم۔ اگر خرما، جو، میدہ یا اسی طرح کی چیزیں پاتے تو وہ سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ جو کچھ آتا تھا وہ اپنے نفس کے لیے جمع نہیں فرماتے تھے، حتیٰ کہ (وہ خوراک جو) آپ سال بھر کے لیے، اہل وعیال کی کفالت کے بطور رکھتے تھے وہ خوراک سال کے اندر اندر ختم نہ ہو جاتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر صاحب اہل وعیال سے کلام میں صادق ترین تھے۔ لوگوں سے زیادہ متحمل اور برد بار تھے۔ آپ ﷺ شرم وحیا میں اس سے بڑھ کر تھے جیسے کوئی کنواری لڑکی پردے میں ہوتی ہے۔ اپنی نگاہ مبارک نیچی رکھتے تھے۔ نظر مبارک زمین پر رہتی تھی۔ آپ ﷺ کی نظر آسمان کی طرف نہیں اٹھتی تھی۔ اگر کسی کو دیکھتے تو اکثر گوشۂ چشم سے دیکھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ متواضع تھے۔ ہر کوئی خواہ وہ دولت مند ہو یا مفلس، شریف ہو رذیل، ذمی ہو، آزاد ہو یا غلام، دعوت دیتا تو آپ ﷺ قبول فرما لیتے تھے۔ فتح مکہ کے دن، حضرت ابو بکرؓ اپنے والد کو قبول اسلام کے لیے، آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو بکر تم نے ایک ضعیف بوڑھے شخص کو یہاں لانے کی تکلیف دی۔ انھیں گھر میں رہنے دیتے، میں خود گھر چلا آتا حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا، محض ان کی بھلائی کے لیے، ان کے باپ اور ماں آپ پر فدا ہوں زیادہ مناسب یہی ہے کہ یہ آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ نرم دل اور رحیم تھے۔ ایک روز آپ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے بچے کے رونے کی آواز سنی، اس کی ماں آپ ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھ رہی تھی۔ آپ ﷺ نے بچے اور اس کی ماں (کے اضطراب) کے خیال سے نماز مختصر کر دی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ صاحب عفت تھے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے کسی عورت کو نہ چھوا، مگر یہ کہ وہ عورت آپ کی مملوک تھی، منکوحہ تھی یا محرم تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ عظیم و معظم تھے۔ یہ عظمت وکرامت جسم کی فربہی کی وجہ سے نہ تھی (بلکہ اپنی ذات میں عظیم تھے) اگر کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو ساتھ بیٹھنے والے کو تکلیف نہ دیتے بلکہ اس کے لیے کشادگی پیدا فرماتے اور خود تنگ جگہ تشریف رکھتے۔ اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفعتہً دیکھتا تو اس پر ہیبت طاری ہو جاتی۔ جو شخص آپ سے میل جول رکھتا اور مصاحبت اختیار کرتا اس کے لیے اصحاب رفیق بن جاتے جو لوگوں کو خبر دار کرتے کہ خاموش رہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں غور سے سنو اگر آپ ﷺ کسی کام کا حکم فرماتے تو اصحابؓ فوراً اس حکم کی تعمیل کرتے۔ اگر کوئی شخص آپ سے ملاقات کے لیے آتا تو آپ ابتدا سلام سے کرتے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میرا رتبہ بیان کرنے میں حد سے تجاوز نہ کرو جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ بات اسی قدر ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں چنانچہ میرے لیے عبدہٗ ورسولہ (اللہ کا

بندہ اور رسول) کہو۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ہر معاملے کی خبر گیری اپنے اہل خانہ سے زیادہ کرتے تھے اور فرماتے تھے بے شک اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کو دوست رکھتا ہے جو اپنے بھائیوں سے اس غرض سے ملنے جاتا ہے کہ ان کی خبر گیری اور مدد کرے۔ آپ ﷺ اصحابؓ کے حالات دریافت فرماتے رہتے تھے۔ اگر کوئی بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے اگر اُن میں سے کوئی موجود نہ ہوتا یعنی سفر میں ہوتا تو اس کے اہل وعیال کی خبر گیری فرماتے۔ ان میں سے اگر کوئی فوت ہوجاتا تو اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ[1] (بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور بے شک ہم کو اسی کی طرف لوٹنا ہے) پڑھتے۔ اس کے لیے دعائے مغفرت فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بارے میں یہ محسوس فرماتے کہ اسے میری جانب سے شکایت ہے تو فرماتے کہ فلاں شخص مجھ سے رنجیدہ ہے یا اس نے میری کوئی تقصیر دیکھی ہے، مجھے اس کے پاس لے چلو، چنانچہ آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے جاتے، یہاں تک کہ وہ (خوش ہوکر) آپ ﷺ کے حجرہ مبارک پر حاضر ہوتا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصحابؓ کے باغوں میں جو آپ ﷺ کی دعوت کرتا تشریف لے جاتے اور کھانا تناول فرماتے۔ آپ ﷺ ارباب بزرگی کی تکریم فرماتے اور اہل علم وفضل کی عزت کرتے تھے۔ اپنا روئے مبارک کسی کی طرف سے نہ پھیرتے تھے۔ عذر کرنے والے کے عذر کو قبول فرما لیتے۔ آپ ﷺ کی نظر مبارک میں، امر حق میں ضعیف وقوی، قریب وبعید یکساں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص سے علاحدہ ہوجاتے جو آپ ﷺ کے پیچھے چلتا اور فرماتے کہ میری پشت کو ملائکہ کے لیے چھوڑ دو اور اس شخص سے علاحدہ نہ ہوتے جو آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ ہوتا حالاں کہ آپ ﷺ سوار ہوتے تو اسے بھی سوار کراتے۔ اگر وہ (سوار ہونے سے) انکار کرتا تو فرماتے کہ مجھ سے ارادہ کردہ جگہ تک علاحدہ ہوجاؤ۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا تشریف لے گئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اے ابو ہریرہ تم بھی سوار ہوجاؤ۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں سوار ہونا نہیں چاہتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سوار ہونے کے لیے فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھاری جسم کے ساتھ، سوار ہونے پر قادر نہ ہوسکے (گرنے لگے تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سنبھالنے کی کوشش فرمائی (اس کوشش میں) آپ ﷺ اور ابو ہریرہ دونوں زمین پر آرہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ سوار ہوئے اور فرمایا، اے ابو ہریرہ میں تمہیں سوار کرتا ہوں۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں سوار ہونا نہیں چاہتا (حکم کی بجا آوری کے لیے سوار ہونے لگے) سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لٹک گئے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو ہریرہؓ پھر دونوں زمین پر گر پڑے۔ تیسری بار فرمایا، اے ابو ہریرہ کیا میں تمھیں سوار کروں۔ انھوں نے عرض کیا ہرگز نہیں میں اس ذات پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بے شک آپ ﷺ کو حق وراستی کے

---

[1] پارہ ۲۔ سورہ البقرہ، آیت ۱۵۶۔

ساتھ بھیجا گیا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تیسری بار آپ ﷺ کو زمین پر گرنے کی زحمت دوں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں اور کنیزوں پر کھانے یا پہننے کے بارے میں ہر گز سختی نہیں فرماتے تھے (بلکہ) اپنے خادم کی خدمت فرمادیا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سفر ہو یا حضر، میں نے آپ کی اتنی خدمت نہ کی جتنی آپ نے میری خدمت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میرے کام کے بارے میں نہ فرمایا کہ تم نے یہ کام اس طرح کیوں کیا اگر مجھ سے تساہل ہوتا تو کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دورانِ سفر خود بکری (کا ذبیحہ) درست فرما لیتے تھے۔ (ایک مرتبہ) ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ (بکری کا) ذبح کرنا میرے ذمے ہے۔ دوسرے نے عرض کیا کہ صاف کرنا میرے ذمے ہے۔ تیسرے نے عرض کیا کہ پکانا میرے ذمے ہے۔ پس رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ جلانے کی لکڑیاں جمع کرنا میرے ذمے ہے۔ اس پر سب نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ ہم اس کام کے لیے کافی ہیں (لکڑیاں بھی جمع کرلیں گے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس کام کے لیے کافی ہو لیکن میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ اس معاملے میں میں تم سے جدا اور ممتاز نظر آؤں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کی یہ بات پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنے اصحاب میں خود کو سب سے جدا اور ممتاز ظاہر کرے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور لکڑیاں جمع کیں۔

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے۔ جب منزل پر اترے تو ادائے نماز کے لیے مصلے کی طرف آگے بڑھے۔ ادائے نماز کے بعد فرمایا کہ میں اپنی اونٹنی کو چارہ کھلانا چاہتا ہوں۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ آپ ﷺ کے اس کام کے لیے ہم کافی ہیں۔ فرمایا اگر تم میں اتنے ہی اور لوگ شامل ہو جائیں تو اونٹنی کو چارہ نہیں کھلا سکتے۔

ایک روز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں تشریف فرما تھے کہ صحابہؓ کے ساتھ کھجوریں تناول فرمارہے تھے۔ اس اثنا میں حضرت صہیبؓ حاضر خدمت ہوئے۔ انھوں نے آشوبِ چشم کے سبب اپنی آنکھ کو چھپا رکھا تھا۔ ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی اور انھوں نے کھجور کھانا شروع کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے صہیبؓ تم مٹھاس کھا رہے ہو حالانکہ آنکھ کے مرض میں مبتلا ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں صرف صحت مند آنکھ کی جانب سے کھجوریں کھا رہا ہوں۔ رسول علیہ السلام نے ان کے اس جواب پر تبسم فرمایا۔

اسی طرح ایک روز آپ ﷺ تازہ تازہ کھجوریں تناول فرمارہے تھے کہ حضرت علیؓ حاضر خدمت ہوئے۔ وہ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے۔ انھوں نے کھجوریں کھانا شروع کردیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اے علیؓ تم دردِ چشم میں مبتلا ہونے کے باوجود مٹھاس کھا رہے ہو۔ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک سے ایک طرف ہٹ گئے حالاں کہ آپ ﷺ انھیں دیکھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک کرکے سات کھجوریں ان کے سامنے ڈالیں پھر فرمایا،

تمھیں یہ سات کھجوریں کافی ہیں، ان سے تمھیں کچھ نقصان نہ ہوگا جب کہ تم طاق عدد کھجوریں کھاؤ۔

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہؓ نے ثرید (شوربے میں چوری ہوئی روٹی) کی ایک طشتری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفۃً بھیجی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ثرید کو زمین پر پھینک دیا اور طشتری توڑ دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ثرید اور طشتری کو سمیٹا اور فرمایا، تم نے اپنی ماں سے غیرت کی، تم نے اپنی ماں سے غیرت کی۔

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو ازواج مطہرات سے باتیں کررہے تھے۔ ایک ام المومنین نے کہا یہ کلام، کلامِ خرافہ ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا، جانتی ہو خرافہ کیا ہے؟۔ خرافہ قبیلۂ عذرہ کا ایک شخص تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں وہ مدتوں جن کی قید میں رہا پھر جنوں نے اسے رہا کردیا، چناں چہ یہ خرافہ تھا جو لوگوں سے جنوں کے برے قصے جو اس نے دیکھے تھے بیان کرتا تھا۔ اس بنا پر لوگ اس کی باتوں کو خرافہ کہنے لگے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے آتے تو مدتِ قیام کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے تھے۔ ایک حصہ اپنے نفس کے لیے اور دوسرا حصہ اپنے اہل بیت کی خبر گیری کے لیے۔ پھر اس حصے کو جو آپ اپنے نفس کے لیے مقرر فرماتے دو حصوں میں تقسیم فرماتے۔ ایک اپنے لیے اور دوسرا عام لوگوں کے لیے، چنانچہ عام وخاص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور یہ آپ ﷺ کی سیرت پاک میں شامل تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے حق میں ہمیشہ روا رکھا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، اہل فضل کو ان کے دینی فضل کے اندازے کے مطابق پسند اور اختیار فرماتے۔ ان میں سے بعض کی ایک حاجت ہوتی اور بعض کی زیادہ حاجتیں ہوتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان رہتے۔ ان کے ساتھ نماز پڑھانے میں مشغول ہوتے اور انھیں ہر اس بات کی خبر دیتے تھے جو ان کے لائق ہوتی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تمھیں چاہیے کہ میرا حکم حاضر و غایب کو پہنچاؤ اور مجھے اس شخص کی ضرورت سے آگاہ کرو جو اپنی ضرورت (مجھ تک پہنچانے) کی طاقت نہیں رکھتا۔ پس بے شک جو شخص بادشاہ کے پاس ایسے شخص کی حاجت پہنچائے جسے اپنی حاجت (بادشاہ تک) پہنچانے کی طاقت نہیں، اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے دونوں قدم مضبوط کرے گا۔ آپ کی مجلس مبارک میں یہی باتیں ہوتی تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے محبت فرماتے اور انھیں ناخوش نہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ ہر قوم کے سردار کے جو اس قوم کا حاکم ہوتا تھا، تکریم فرماتے تھے۔ نیک کام کرنے میں جو افضل ہوتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر ہوتا۔ جو شخص تمام مسلمانوں کا خیر خواہ ہوتا وہ آپ ﷺ کی نظر مبارک میں افضل ہوتا۔ جو شخص عام لوگوں کی غم خواری کرتا وہ آپ ﷺ کے نزدیک بزرگ تر ہوتا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے یا اٹھتے تو اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔ جب کبھی کسی مجلس میں تشریف لاتے تو جہاں

جگہ مل جاتی وہیں تشریف رکھتے اور صحابہؓ کو بھی اسی امر کی تلقین فرماتے۔ آپ ﷺ اپنے مصاحب کا پورا حق ادا فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ آپ ﷺ کا مصاحب کسی دوسرے پر اپنی برتری کا اظہار کرے۔ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے پاس آ کر بیٹھتا تو آپ اس وقت تک نہیں اٹھتے تھے جب تک کہ آنے والا خود نہ اٹھ جائے لیکن اگر کبھی ضروری کام ہوتا تو آنے والے کو مطلع کر کے اٹھ جاتے تھے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خدمت گار یا عورت کو نہیں مارا (بلکہ) کسی کو بھی سوائے جہاد کے نہیں مارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلہ رحمی فرماتے تھے اور اسے اپنی فضیلت میں ہونا پسند نہیں فرماتے تھے (یعنی اس کا ذکر نا پسند فرماتے تھے)۔ برائی کے بدلے برائی اختیار نہ فرماتے تھے (بلکہ) بالکل معاف فرما دیتے۔ بیماروں کی عیادت فرماتے۔ مساکین سے محبت فرماتے اور ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے اور ان کے جنازوں میں شریک ہوتے تھے۔ کسی شخص کو مفلسی کے باعث حقیر نہیں سمجھتے تھے نہ کسی دولت مند سے اس کی دولت مندی کے باعث مرعوب ہوتے تھے۔ نعمت کی خواہ وہ کتنی ہی کم ہو تعظیم کرتے تھے۔ کسی نعمت کی برائی ظاہر نہ فرماتے۔ اپنے پڑوسی کی نگہداشت فرماتے اور اپنے مہمان کی تکریم کرتے تھے۔ اس کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر مبارک بچھاتے تھے۔

(ایک مرتبہ) ایک خاتون جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں چنانچہ آپ نے اُن کے لیے اپنی چادر مبارک بچھائی اور خوش آمدید کہا اور انھیں اپنی چادر شریف پر بٹھایا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے مسکرا کر اور خندہ پیشانی سے ملتے تھے حالاں کہ غمِ آخرت کے خیال سے اکثر غم زدہ اور متفکر رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقات شریفہ اللہ تعالیٰ کے کام میں صرف ہوتے تھے یا اُن کاموں میں صرف ہوتے، جو لوگوں اور اپنے اہل و عیال کے لیے کرنا ضروری ہوتے۔ اگر کسی امر میں اللہ کا حکم نہ ہوتا تو آپ ﷺ دو چیزوں میں سے آسان تر چیز کو پسند فرماتے تھے۔ اگر آپ طبعاً رحیم نہ ہوتے تو لوگ آپ ﷺ کے گرد جمع نہ ہوتے، آپ ﷺ سے دور دور رہتے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کام خود ہی انجام دیتے تھے۔ اپنے جوتے اور کپڑے خود ہی اٹھاتے تھے۔ گھر کے کاموں میں شریک ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے، اونٹ اور گدھے پر سوار ہوتے تھے اور اپنے غلام وغیرہ کو اپنے پیچھے بٹھاتے تھے۔ اپنی چادر مبارک کے سرے سے گھوڑے کے منھ کو صاف کر لیتے۔ آپ ﷺ اپنے عصائے مبارک کو سرہانہ بنا لیتے اور فرماتے تھے کہ عصا کو سرہانہ بنانا انبیا علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکریاں چراتے تھے۔ انبیا میں سے کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس بچے کا جو آپ ﷺ کے خاندان میں پیدا ہوا، عقیقہ ترک نہیں کیا۔ نومولود کی پیدائش کے ساتویں روز آپ ﷺ اس کے سر کے بال منڈھواتے اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیک کو پسند فرماتے تھے اور فالِ بد کو ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو خود ہی اپنے لیے تکلیف پیدا نہیں کرتا لیکن اللہ تعالیٰ اس توکل کی برکت سے جو اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے، اس تکلیف کو دور فرماتا ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایسی چیز پیش کی جاتی جو آپ ﷺ کو پسند ہوتی تو آپ ﷺ **الحمدلله رب العالمین** (اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) فرماتے اور اگر کوئی ایسی چیز جو آپ ﷺ کو پسند نہ ہوتی تو فرماتے، **الحمدلله علیٰ کل حال** (ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے)۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے کھانا ہٹایا جاتا تو فرماتے: **اَلحَمدُ لِلّٰهِ الَّذِی اَطعَمنَا وَسَقَانَا وَ آوانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ المُسلِمِینَ** (اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا، آرام کی جگہ عطا فرمائی اور ہمیں مسلمان (پیدا) کیا)۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ یہ فرماتے، میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں بہت زیادہ شکر اس میں پاکیزہ برکت دی گئی، (اپنے) غیر سے مکتفی کیا، (اپنی ذات سے) نہ رخصت کیا، نہ بے پروا کیا، اے ہمارے پروردگار۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو اپنی آواز کو پست رکھتے اور اپنے چہرۂ مبارک کو ہاتھ یا کسی کپڑے سے چھپا لیتے اور الحمدللہ کہتے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر وبیشتر قبلے کی جانب رخ فرما کر بیٹھتے اور جب مجلس میں تشریف رکھتے تو دونوں دست مبارک دونوں زانوے مبارک پر رکھتے۔ اللہ کا ذکر کثرت سے فرماتے اور باتیں کم کرتے تھے۔ لا یعنی باتیں بالکل زبانِ مبارک پر نہ لاتے۔ نماز کو زیادہ طول دیتے، اور خطبہ کو کم فرماتے۔ ایک نشست میں سو بار استغفار کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوّل شب میں نیند فرماتے، پھر نیند سے اٹھ جاتے۔ آخر شب میں نماز وتر ادا فرماتے تھے، پھر آرام کے لیے بستر پر تشریف لاتے اور جب اذان کی آواز سمع مبارک میں آتی تو بستر سے کھڑے ہوجاتے۔ اگر غسل کی حاجت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو کر کے نماز کے لیے حجرۂ مبارک سے باہر تشریف لے آتے اور مسجد میں بحالت قیام نماز ادا فرماتے۔ یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب میرے پاس ہوتے تو اکثر نماز نفل بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ نماز میں بہ سبب گریہ آپ ﷺ کی آواز دیگ کی آواز کے مشابہ ہوجاتی تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، پیر اور جمعرات کو نیز ہر ماہ میں تین یوم روزہ رکھتے تھے۔ دس محرم کو بہت کم روزہ رکھتے تھے۔ جمعے کے دن روزہ نہیں رکھتے اور شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزہ رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں نیند کرتی تھیں لیکن دل وحی کے انتظار میں بیدار رہتا تھا۔ جب نیند فرماتے تو آواز نہ کرتے تھے۔ اگر خواب میں کوئی ایسی بات دیکھتے جس سے خوف پیدا ہوتا تو **هو الله لا شریک له** کہتے۔ (اللہ وہ جس کا کوئی شریک نہیں)۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، سوتے وقت اپنا دایاں ہاتھ رخسار مبارک کے نیچے رکھتے اور دعا فرماتے **اَللّٰهُمَّ بِاسمِکَ**

اَمُوتُ وَاَحْیٰ (اے میرے رب مجھے حشر کے دن اپنے عذاب سے محفوظ رکھ اور فرماتے میں تیرے نام کے ساتھ نیند کرتا ہوں)۔ اور جب بیدار ہوتے تو فرماتے: اَلْحَمدُ لِلّٰهِ الَّذی اَحیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتنا وَاِلَیه النشُورِ (اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ ہمیں موت دینے کے بعد زندہ کیا۔ اور اسی کی طرف لوٹنا ہے)۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے وہ صاف اور واضح ہوتی تا کہ مصاحب اسے یاد کرے اور ہر بات تین بار فرماتے تا کہ سامع آپ ﷺ کے کلام کو اچھی طرح سمجھ لے۔ اپنی زبان مبارک کو دنیا کے ذکر سے خاموش رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کی گفتگو جامع ہوتی تھی اس میں فضول قسم کا کلام نہ ہوتا، بطور مثال شعر بھی پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مسکراتے رہتے تھے۔ ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ مسکرائے ہوں اور آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہوئے ہوں۔ آپ ﷺ قہقہہ نہیں لگاتے تھے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھانے کی برائی نہیں کی اور نہ عیب بیان کیا۔ اگر خواہش ہوتی تو تناول فرماتے، خواہش نہ ہوتی تناول نہ فرماتے۔ آپ ﷺ نے تکیے کا سہارا لے کر کھانا تناول نہیں فرمایا نہ خوان پر سجا ہوا کھانا تناول فرمایا۔ آپ ﷺ مباح چیز کھانے سے انکار نہ فرماتے تھے۔ تحفے میں آیا ہوا کھانا تناول فرماتے تھے اور اس کے بدلے میں کچھ نہ کچھ عطا فرماتے تھے۔ آپ ﷺ صدقے کا کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔ کھانے کو سونگھتے بھی نہ تھے۔ جو کھانا میسر ہوتا تناول فرمالیتے۔ اگر گوشت ہوتا تو گوشت، نان ہوتی تو نان اور شہد میسر ہوتا تو شہد ہی تناول فرماتے۔ اگر دودھ مہیا کیا جاتا تو اسی پر کفایت فرماتے۔ دودھ پینے کے بعد روٹی تناول نہ فرماتے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک (کھانے پینے کا) یہی طریقہ قائم رکھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے تشریف لے جانے تک جو کی روٹی پیٹ بھر نہیں کھائی۔ آپ ﷺ کے اہل وعیال پر کبھی ایک مہینہ کبھی دو مہینے ایسے گزر جاتے کہ دولت کدے میں (طعام کے لیے) آگ روشن نہ ہوتی۔ آپ کا کھانا صرف کھجور اور پانی ہوتا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے، جب کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو زمین کے خزانے عطا فرمائے تھے لیکن آپ نے انکار کیا اور قبول نہ فرمایا اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عائشہؓ کے ہاں اکثر تشریف لاتے تھے اور فرماتے کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ اگر حضرت عائشہؓ عرض کرتیں کہ کچھ نہیں ہے تو فرماتے البتہ میں روزے سے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لائے۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ کسی نے ہمیں تحفہ بھجوایا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا چیز ہے، انھوں نے عرض کیا کہ حلوہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، خیر دیر ہوگئی میں نے روزے کی حالت میں صبح کی ہے (یعنی کچھ نہیں کھایا) حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ تناول فرمالیجیے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے سرکے کے ساتھ روٹی تناول فرمائی اور فرمایا کہ خوب ترین کھانا سرکے کے ساتھ روٹی کھانا ہے۔ آپ ﷺ پالتو مرغیوں کا اور سرخاب کا گوشت تناول فرماتے تھے کہ وہ اچھا معلوم ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے دست کا گوشت پسند فرماتے تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ روغنِ زیتون کھایا کرو اور اپنے سروں میں ڈالا کرو، کیوں کہ بے شک وہ مبارک درخت کا تیل ہے۔ اشعار:

یا جاعل السنن النبی شعارہ ودثارہ
متمسکا بحدیثہ مستوفیا اخبارہ

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو اپنا لباس کرنے والے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو مضبوط پکڑنے والے سب لوگ آپ ﷺ کی سنتوں کو اختیار کرتے ہیں۔

سنن الشریعۃ خذ بھا متو سما آثارہ
وکذا طریق فاقتبس فی سبلھا انوارہ

ترجمہ: شریعت کے طریقوں کو آپ ﷺ کے آثار کی علامت یقین کر اور ایسے طریقوں پر عمل کرکے آپ کے نور سے راستے روشن کرنے کا فائدہ حاصل کر۔

ھو قدوۃ لک فاتخذونی سنن شعارہ
قد کان یقری ضیفہٗ یحفظ جارہ

ترجمہ: وہ تمھارے پیشوا ہیں پس آپ ﷺ کی سنتوں کو اپنا لباس بناؤ۔ بے شک آپ ﷺ مہمان کی عزت فرماتے اور اپنے ہمسائے کی نگہداشت کرتے تھے۔

وتجالس المسکین یوثر قربہ وجوارہ
الفقر کان ردائوہ والجوع کان شعارہ [۱]

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مساکین کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے۔ ان سے قربت اور ہمسائگی پسند فرماتے تھے۔ فقر آپ ﷺ کی چادر اور بھوک آپ ﷺ کا متصل جسم لباس تھا۔

ترجمہ شعر ۵۔ مغرور سردارِ قوم کے لیے جو آپ ﷺ سے ملاقات کرنے حاضر ہوتا تو آپ ﷺ اس کی عزت کرنے کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دیتے۔

---

[۱] اس قصیدے کے نو اشعار ص ۳۰۴ (مطبوعہ نسخے) پر نقل کیے گئے ہیں۔ ان میں سے چار اوپر نقل کرکے ترجمہ کردیا گیا ہے باقی پانچ اشعار کی کتابت میں نقص ہے اور گرفت میں نہیں آتے۔ آخری دو اشعار کا فارسی ترجمہ بھی نہیں کیا گیا ہے۔ مترجم نے بوجہ نقص کتابت اپنی سمجھ کے مطابق ترجمہ کردیا ہے اور اصل متن کے اشعار کو اردو ترجمے کے متن میں شامل نہیں کیا ہے۔ یہاں احتیاط کا یہی تقاضہ تھا۔

ترجمہ شعر ۶۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غرور نہ فرماتے تھے کہ اپنے پاجامے کو کھینچیں۔[۱]
ترجمہ شعر ۷۔ بے شک آپ ﷺ اپنے پڑوسی کو بہ سبب تواضع سواری پر بٹھا لیتے تھے خواہ وہ ایک سال سے آپ ﷺ کا پڑوسی ہوتا یا ایک رات اور ایک دن کا پڑوسی ہوتا۔
ترجمہ شعر ۸۔ منزل پر بکری کا دودھ خریدا۔ اپنی سنت کے ڈورے میں گرہ لگادی (سنت کو مضبوط فرمایا) خواہ وہ عمل برسوں کا تھا یا ایک دن رات کا۔
ترجمہ شعر ۹۔ منزل پر بکری کا دودھ خریدا۔ دشمن کا حق ادا کیا۔ وہ کیسے اچھے مہاجر تھے جن کی انصار عزت کرتے تھے۔

نواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا بیان

قرآن مجید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم ترین معجزہ ہے۔ دنیا جہان کے فصیح و بلیغ انسان قرآن مجید کی مثل (کتاب) پیش کرنے سے عاجز اور حیران رہے وہ ہی نہیں بلکہ ان جیسے اور لوگ بھی ان کے مددگار ہو جائیں تب بھی قرآن کی مثل پیش نہیں کر سکتے۔ قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد ساحرانِ زمانہ اس کی سچائی اور ہدایت پر ایمان لائے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ اس کی مثل دس کامل سورتیں بنا کر لائیں لیکن ناکام رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معجزات یہ ہیں۔

ان میں سے ایک حدیث سلیمان ہے۔ یہ ایک عالم کا قول ہے جو سال میں ایک بار بیت المقدس آتا تھا (اس نے کہا) بے شک میں جانتا ہوں کہ ملک عرب میں دنیا کا سب سے بڑا عالم مبعوث ہوا ہے۔ اگر تو وہاں جائے تو اُن سے ملاقات کرے گا۔ ان میں تین خاص باتیں ہیں:

(۱) وہ تحفے کا کھانا تناول فرماتے ہیں۔
(۲) وہ صدقے کا کھانا تناول نہیں فرماتے۔
(۳) ان کے دائیں کندھے پر نرم ہڈی کے قریب ''مہر نبوت'' ہے جو کبوتر کے انڈے کی مانند اور جسم کے ہم رنگ ہے

پس یہ باتیں سننے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ ﷺ کی ذات بابرکات میں یہ علامتیں پائیں۔

اُن میں سے معراج میں تشریف لے جانے کے وقت آپ ﷺ کے سینۂ مبارک کا کھولنا ہے۔ ان میں سے بیت المقدس کے بارے میں آپ ﷺ کا خبر دینا اور حالات بیان کرنا ہے حالاں کہ آپ ﷺ اس وقت مکۂ معظّمہ میں

---

[۱] چھٹے شعر کا صرف مصرعِ اولیٰ نقل کیا ہے دوسرا مصرع اصل متن میں تحریر ہی نہیں کیا گیا۔ شعر نمبر ۸ اور ۹ کا مصرع اولیٰ ایک ہی ہے۔ اس سے اصل کتاب میں سہو کتابت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح شعر ۷ اور ۸ کا مصرع ثانی لفظاً لفظاً ایک ہے۔ احقر مترجم نے اپنی سی ہر کوشش کی کہ کسی کتاب میں قصیدے کے یہ اشعار مل جائیں لیکن ناکام رہا۔ لاچار از روئے احتیاط ترجمہ کیا ہے جس کے درست ہونے میں مترجم کو احتمال ہے۔

تشریف رکھتے تھے۔ ان میں سے واقعۂ شق ہے یعنی چاند کا دوٹکڑے ہوجانا۔ ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک لڑائی کے دن کافروں کی جماعت پر مٹھی بھر خاک پھینکی پس اللہ تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی۔ ان میں سے غار کا واقعہ ہے، جب کافروں کی جماعت آپ ﷺ کو تلاش کرنے کے لیے نکلی لیکن آپ ﷺ کو دیکھنے سے معذور رہی۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ سے خالی دونوں تھنوں پر دست مبارک سے مسح کیا اور وہ دودھ سے بھر گئے۔ آپ ﷺ نے خود دودھ پیا اور حضرت ابوبکرؓ کو بھی پلایا۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے حق میں دعا فرمائی (کہ وہ اسلام لے آئیں اور) اللہ تعالیٰ اسلام کو عزت بخشے۔ ان میں سے حضرت علیؓ ابن ابی طالب کے لیے دعا فرمانا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں موسم کی گرمی اور سردی سے محفوظ رکھے۔ ان میں سے یہ ہے کہ ان کے لیے دعا کی جب انھوں نے بے چینی کی شکایت کی۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن حضرت علیؓ کی آنکھ میں ڈالا جب وہ مرض چشم میں مبتلا تھے۔ ان میں سے یہ ہے کہ حضرت سمرہؓ غزوۂ حنین میں زخمی ہوگئے تھے[1] ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حق میں دعا فرمائی[2] ان میں سے حضرت جابر عبداللہؓ کے اونٹ کے لیے دعا فرمانا ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے حضرت جابرؓ کی کھجوروں میں برکت عطا فرمائی۔ ان میں سے آں حضرت ﷺ کا حضرت انسؓ کے لیے درازی عمر اور کثرت مال کی دعا فرمانا ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ سے حطیم (کعبے کی دیوار) نے شکایت کی اور آپ اُس وقت منبر پر تشریف فرما تھے۔ ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عتبہ بن کعب کے لیے دعا فرمانا ہے۔ ان میں سے آپ ﷺ کا سراقہ کے باب میں دعا فرمانا ہے جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت آپ ﷺ کو تلاش کررہا تھا۔ ان میں یہ بھی ہے کہ درخت نے دریافت کرنے پر آپ کی نبوت کی گواہی دی۔ ان میں سے یہ ہے کہ بنی عامر کے قبیلے کے ایک اعرابی نے کہا ہے بے شک ....[3] (چیزیں آپ ﷺ کا حکم مانتی تھیں)۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دو درختوں کو حکم دیا چنانچہ وہ (ایک جگہ) جمع ہوگئے پھر انھیں واپسی کا حکم دیا تو ایک دوسرے سے الگ

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۳۰۶) پر صرف اسی قدر تحریر کیا گیا ہے۔

[2] ایضاً۔

[3] اس معجزے شریف کی عربی عبارت یہ ہے:

منھا ان اعرابیا من بنی عامر قال انک تفعل اشیا ذلک ان ادادیک ۔

اس کا فارسی ترجمہ جو نقل کیا گیا ہے یہ ہے:

''وبعض از ایشاں اینست کہ یکی اعرابی بود از قبیلۂ بنی عامر گفت ہر آئینہ میگوئی چیز ہارا''

''چیز ہارا'' پر ترجمہ ختم کردیا گیا ہے۔ عربی عبارت بھی صحیح نہیں ہے، اس لیے مترجم نے بدرجۂ مجبوری ترجمے کو ادھورا چھوڑ دیا ہے اور قارئین سے معذرت خواہ ہے۔ قیاسی مفہوم قوسین میں درج کردیا گیا ہے۔

ہوگئے۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ نے انسؓ کو[1] حکم دیا کہ وہ ابی حارس رحم اللہ کے باغوں کی جانب جائیں ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند فرمارہے تھے، چناں چہ ایک درخت زمین کو شق کرتا ہوا آیا حتیٰ کہ (سایے کے لیے) آپ ﷺ کے پاس کھڑا رہا۔ ان میں سے شجر وحجر کا اس رات کو جس میں آپ ﷺ مبعوث ہوئے سلام کرنا ہے۔ ان میں سے خشک درخت کے تنے کا گریہ کرنا ہے جب آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ ان میں سنگریزوں کا تسبیح کرنا ہے، ان میں کھانے کا تسبیح کرنا ہے۔ ان میں بکری کے دست کا یہ کلام کرنا ہے کہ مجھ میں زہر ملایا گیا ہے[1]۔

ان میں سے یہ ہے کہ اونٹوں نے شکایت کی۔ ان میں قتادہ بن نعمان کا چشمہ ہے۔ ان میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن پیش گوئی فرمائی۔ ان میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے امام حسینؓ کے بارے میں فرمایا کہ میرا یہ بیٹا شہید کیا جائے گا۔ ان میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نخعی کذاب کے مارے جانے کی خبر دی۔ ان میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے چیز کے لپیٹے جانے کی خبر دی۔ فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے لیے زمین لپیٹ دی گئی چنانچہ میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کا مشاہدہ کیا۔ ان میں سے آپ ﷺ کا ثابت بن قیسؓ کے لیے یہ فرمانا ہے کہ وہ خیروخوبی کے ساتھ زندہ رہیں گے ان میں یہ ہے کہ ابولہب کی بیوی نے آپ ﷺ سے بے ادبی کی تھی چنانچہ سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی۔

ان میں سے یہ ہے کہ ایک شخص مرتد ہوگیا اور مشرکوں میں شامل ہوگیا۔ ان میں سے یہ ہے کہ ایک شخص اپنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا تھا۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے کعبے کے بت سرنگوں ہوگئے۔ ان میں سے یہ ہے کہ بازن بن المغضومہ بت کی پرستش کررہا تھا چناں چہ اس نے آواز سنی کہ وہ بت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی جانب اشارہ کررہا تھا۔ ان میں غیب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر گواہی دینا ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ

---

[1] مذکورہ بالا عبارات کے علاوہ مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۰۶ پر مندرجہ ذیل عبارتیں فارسی ترجمے کے بغیر نقل کی گئی ہیں:

منها ان طيبه وقعت فی شبكة

منها القيا والصالحين هن الابل

منها اندراذان نجراست بذامات اوسعا

منها امة خبران الطوائف من امتی

منها قوله بعثمان انه سقه

منها قوله لا انصار لكم انكم سمترون بعدی

احقر مترجم نے بعض فاضل دوستوں سے ان عبارات کے مفہوم کے بارے میں رجوع کیا لیکن کسی مفید مطلب نتیجے تک پہنچنے میں ناکام رہا۔ مترجم نے اپنی مجبوری کے پیش نظر ان عبارات کا ترجمہ زیر نظر اردو متن میں نہیں کیا ہے۔

[2] اس معجزے شریف کی عربی عبارت یہ ہے:

منها امر انسان ان ينطلق الى نخلات ابى حارس رحم الله۔ لیکن فارسی ترجمے میں ''انسان'' کے بجائے ''انس'' دیا گیا ہے۔ مترجم نے اس حکم کو حضرت انسؓ پر محمول کیا ہے۔ معجزے شریف کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کیا وقوع پذیر ہوا)۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع (ساڑھے تین سیر) سے اہل خندق کو کھلایا اور وہ ہزار افراد تھے۔ ان میں یہ ہے کہ بہت قلیل کھجوریں کھلائیں۔ ان میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابو ہریرہؓ دو کھجور لے آئے۔ ان میں سے یہ ہے کہ بے شک پھر ثرید کا پیالہ لایا گیا۔ ان میں سے یہ ہے کہ بے شک ایک قدح دودھ سے اہل صفہؓ سیراب ہوگئے۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے حضرت زینبؓ نے بہت ہی کم ثرید میں سے کھانا کھایا۔ ان میں سے یہ ہے کہ بے شک پھر ثرید کا پیالہ لایا گیا[1] ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی جو سے اسی افراد کو کھلایا[2] ان میں سے یہ ہے کہ جابرؓ نے کہا، حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے تھے۔ ان میں سے ہے کہ پانی کا پیالہ لایا گیا[3] ان میں سے دو توشے دان والی کا قضیہ ہے۔ ان میں سے یہ ہے جو جنگ تبوک میں واقع ہوا۔ ان میں سے یہ ہے کہ ایک جماعت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ ان میں سے یہ ہے ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ طلب کی تھی۔ ان میں سے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ طائف میں تھے۔ ان میں سے یہ ہے کہ ایک عورت بچے کو آپ ﷺ کی خدمت میں لائی تھی۔ ان میں سے تلوار کا زخم اچھا ہونا ہے۔ ان میں سے حاطب بن ابی بلتعہ کا خط وکتابت کرنا ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ اس جماعت کے مردوں کے دونوں پیر لمبے تھے۔ ان میں سے زہر آلودہ کھانا کھانا ہے کہ وفات پائی اور اس کا اثر ظاہر ہوا[4]

ان میں سے یہ ہے کہ ان کے لشکر میں ایک شخص تھا جو کسی چیز کو نہ چھوڑتا تھا۔ ان میں سے یہ ہے کہ جب وہ لوگ خندق میں حاضر ہوئے تو تحفہ پیش کیا۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل حجاز کے تاجر ابی رافع سے مقاتلہ کیا جب وہ بلندی سے نیچے آیا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری معجزات اور روشن دلیلیں بے شمار ہیں جن کا اندازہ ناممکن ہے۔

---

[1] یہ معجزہ دو مرتبہ تحریر کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ نسخہ ص ۳۰۷۔ سطریں ۱۷ اور ۱۸۔

[2] اس کے بعد مندرجہ ذیل عبارتیں صفحہ ۳۰۷ پر نقل کی گئی ہیں، جن کا ترجمہ عبارتوں کے ابہام کے سبب نہیں کیا گیا۔ ان کا فارسی ترجمہ بھی مطبوعہ نسخے میں نہیں کیا گیا ہے: **منها انه عمر عمران یزود اربع مایة راکب**۔ ان میں سے یہ کہ عمر عمران نے چار سو سواروں کا زادِ راہ دیا۔

منها عن جابربن عبدالله قال صلوٰةالعصر ولیس معناها غیرفضیلت۔

ان میں سے یہ کہ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا نماز عصر اور اس کے معنی نہیں بغیر فضیلت۔

[3] اس کے بعد "**منها انه انی یعقب فیه**" ان میں سے یہ کہ بے شک میں عاقب ہوں کی عبارت کا ترجمہ بہ سبب مبہم ہونے کے نہیں کیا گیا ہے۔ اس کا فارسی ترجمہ بھی مطبوعہ نسخے میں چھوڑ دیا گیا ہے)۔

[4] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۰۸ کی سطر ۷ اور ۸ پر نقل کیا گیا ہے:

(اصل عبارت) **منهالی سم الطعام مات الذی معه**

(فارسی ترجمہ) وبعض ازاں خوردن طعام زہر آلودیکہ وفات یافت واثر اوظاہر شد۔ اس کا ترجمہ اردو ترجمے کے متن میں کر دیا گیا ہے اگر کوئی صاحب علم اس روایت کی تحقیق سے متعلق مطلع فرمائیں تو احقر مترجم بے حد ممنون ہوگا۔

آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو۔

دسواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا ذکر

وہ پہلی خاتون جن سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا، حضرت خدیجہؓ بنتِ خویلد بن اسد بنی عبدالعزیٰ بن قصی تھیں۔ وہ آپ ﷺ کی زوجیت میں رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں۔ جب حضرت خدیجہؓ کا آپ ﷺ سے نکاح ہوا تو اس سے قبل دو اشخاص سے ان کا نکاح ہو چکا تھا۔ پھر وہ اپنی وفات تک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کی حیات میں کسی عورت سے نکاح نہیں فرمایا یہاں تک کہ حضرت خدیجہؓ نے وفات پائی۔

روایت ہے کہ حضرت علیہ السلام، حضرت عائشہؓ سے حضرت خدیجہؓ کی اس قدر اوصاف اور خوبیاں بیان فرماتے تھے کہ انھیں تفصیل سے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کی ثنا کرنے سے نہیں اکتاتے تھے حتیٰ کہ حضرت عائشہؓ غیرت کے جوش میں آجاتیں۔ حضرت خدیجہؓ پہلی خاتون تھیں جنھیں آپ ﷺ نکاح میں لائے۔

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سودہ بنت زمعہؓ کو اپنے نکاح میں لائے۔ یہ نکاح مکہ معظّمہ میں ہجرت سے قبل ہوا تھا۔ اس سے قبل حضرت سودہؓ، سکرانؓ بن عمرو کے نکاح میں تھیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں طلاق دینی چاہی لیکن انھوں نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی اور کہا کہ مجھے مردوں سے رغبت نہیں ہے لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا شرف چھوڑنا نہیں چاہتی۔

حضرت سودہؓ کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ بنت ابوبکر صدیقؓ سے نکاح کیا یہ نکاح مکۂ معظّمہ میں ہجرت سے دو سال قبل ہوا اور بعض کہتے ہیں سات سال قبل ہوا۔ حضرت عائشہؓ نے مدینہ طیبہ میں ۵۸ھ ہجری میں وفات پائی اور بعض ۵۷ھ ہجری کہتے ہیں۔ انھیں بقیع کے قبرستان میں دفن کیا گیا ان کی نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہؓ نے پڑھائی۔ اُن کے علاوہ کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نہ تھا۔ ان سے جنین (پیٹ کا بچہ) ساقط ہوا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ سے نکاح کیا۔ نکاح سے پہلے وہ خنیسؓ بن خلافہ حیسب کے عقد میں تھیں۔ حضور ﷺ نے انھیں طلاق دی تھی پس جبریل علیہ السلام آئے اور ان کی بے حد تعریف کی کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان سے رجوع کریں چناں چہ ایسا ہی کیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان سے نکاح فرمایا۔ اس سے پہلے وہ عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں اور حبشہ ہجرت کرگئی تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ ہند بنت ابی امیہ سے نکاح فرمایا۔ اس سے پہلے وہ ابومسلمہ کے نکاح

میں تھیں۔ وہ رسول علیہ السلام کی آخری بیبیوں سے تھیں اور سب سے آخری بی بی حضرت میمونہؓ سے پہلے نکاح میں آئیں۔ حضرت امِ سلمہؓ بعد کی بیبیوں میں سے بھی تھیں اور ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں ان کی وفات ہوئی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش سے نکاح فرمایا۔ وہ یعنی حضرت زینب حضور علیہ السلام کی پھوپھی کی دختر تھیں جن کا نام امیمہ تھا۔ حضرت زینبؓ حضور علیہ السلام کے غلام زیدؓ بن حارث کے نکاح میں تھیں۔ حضرت زیدؓ نے انھیں طلاق دی جس کے بعد خدائے تعالیٰ نے آسمان میں اُن کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ صحیح روایت میں ہے کہ حضرت زینبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجؓ سے کہتی تھیں کہ آپ کے والدوں نے آپ کا عقد کیا ہے لیکن میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان کے اوپر کیا ہے۔ حضرت زینبؓ نے ۱۶ھ ہجری میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہؓ بنت الحارث سے نکاح فرمایا جو غزوۂ بنی مصطلق کے مال غنیمت میں حاصل ہوئی تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ بنت حیی سے نکاح فرمایا۔ یہ بی بی ۷ھ ہجری کے غزوۂ خیبر میں بطور لونڈی حاصل ہوئی تھیں۔ حضور علیہ السلام نے انھیں اپنے لیے منتخب فرمایا اور انھیں آزاد کیا۔ یہی آزادی ان کا مہر تھا۔ (اس سے قبل) وہ کنانہ بن ابی الحقیق کی زوجیت میں تھیں۔ (نکاح کے وقت) چھتیس سال کی تھیں، بعض کہتے ہیں پچاس سال کی تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ بنت حارث سے نکاح فرمایا۔ یہ بی بی خالد بن ولیدؓ کی خالہ تھیں[1] حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے موضع سرف میں نکاح پڑھایا۔ اس موضع کی بنیاد رایاد نے رکھی تھی۔ ان کی (حضرت میمونہؓ کی) وفات موضع سرف میں ہوئی اور یہیں دفن کی گئیں۔ ازواج مطہرات میں سے جس کا سب سے آخر میں انتقال ہوا وہ یہی بی بی تھیں۔ یہ پہلے سیرہ المعابری کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت میمونہؓ نے ۶۳ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن (مذکورہ) بیبیوں سے حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد نکاح کیا تھا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ بنت خزیمہ سے نکاح فرمایا، مساکین کو کثرت سے کھانا کھلانے کے باعث انھیں ام المساکین

---

[1] اس عبارت کے بعد مطبوعہ نسخے (ص ۳۰۹) میں یہ عبارت ہے۔

''وعبداللہ بن عباس کے نکاح اور موضع سرف، وبنا کرد آں موضع را رایا دومردہ درو ودفن کرد۔ ووی آخرین ازواج وآخرین کسی کہ مردہ ازیشاں بود۔''

اس عبارت کے پہلے جملے میں ابہام ہے۔ لفظی ترجمہ یہ ہوگا:

''اور عبداللہ بن عباس کہ نکاح ان کو موضع سرف میں''

کسی فعل کے شامل جملہ نہ ہونے کی وجہ سے عبارت مبہم ہوگئی ہے۔ شاید مراد یہ ہو کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نکاح پڑھایا۔ واللہ اعلم بہر حال یہاں قیاسی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اسی عبارت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ام المومنین حضرت میمونہؓ کی وفات تمام امہاتؓ کے آخر میں بتائی گئی ہے، جب کہ حضرت ام سلمہؓ سے متعلق بھی اسی صفحے پر یہی تحریر کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو سطر ۵ اور ۶۔

کہا جاتا ہے۔حضور علیہ السلام سے نکاح کرنے سے پہلے حضرت زینبؓ عبداللہ بن جحش کے عقد میں تھیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طفیل بن الحرث کے نکاح میں تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت ضحاک، اساف ہمشیرہ دحیۃ الکلبی، اور اسا بنت کعب الجونیہ عمر بن زید سے نکاح کیا اور بنی کلب ثم بنی الوحید کی ایک خاتون سے نکاح کیا لیکن ہم بستری سے قبل انھیں طلاق دے دی۔عفا کی ایک خاتون سے نکاح فرمایا۔ جب اُن خاتون نے کپڑے اتارے تو ان کے جسم پر سفید داغ (برص کے داغ) ظاہر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔تہیمہ کی ایک عورت سے نکاح فرمایا، جب اس کے ساتھ داخل ہوئے تو اس نے عرض کیا میں اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ سے پناہ مانگتی ہوں پس آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔ آپ ﷺ نے عالیہ بنت طنبیان سے نکاح فرمایا پھر بعد میں طلاق دے دی۔ آپ ﷺ نے بنت الصلت سے نکاح فرمایا لیکن وہ آنے سے پہلے انتقال کر گئیں۔ آپ ﷺ نے ملکیہ ایکشیہ سے نکاح فرمایا، جب داخل ہوئے تو فرمایا اپنے نفس کو ہبہ کر۔عرض کیا کہ میں اپنے نفس کو ہبہ کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے ایک مرمرہ عورت (نازک عورت) کے پاس پیغام بھیجا۔ اس کے والد نے کہا کہ اس کے جسم پر برص کے داغ ہیں، حالاں کہ اس کے جسم پر برص کے داغ نہ تھے چناں چہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ارادہ ترک فرمایا۔ وہ عورت واقعی مبروص ہوگئی۔ آپ ﷺ نے ایک خاتون کو نکاح کا پیغام بھیجا، پس کہا گیا کہ وہ کبھی مریض نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ عورت خدا کے نزدیک کچھ بھی نہیں ہے، چناں چہ آپ ﷺ نے اس سے نکاح کا ارادہ ترک فرمالیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ بے شک آپ ﷺ نے اُن خاتون سے نکاح کیا تھا۔ اس کے بعد جب اُن کے والد نے یہ بات کہی تو آپ ﷺ نے انھیں طلاق دے دی اور ہم بستر نہ ہوئے۔ یہ واقعہ ابو معتبہ نے کتاب ''شرف النبوۃ'' میں بیان کیا ہے۔

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اکیس (۲۱)ازواج تھیں، ان میں سے چھ کو آپ ﷺ نے طلاق دی اور پانچ (۵) نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں وفات پائی۔ آپ ﷺ نے اپنی وفات کے بعد گیارہ(۱۱)ازواج چھوڑیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک بی بی کو ان کے مہر میں پانچ پانچ سو درم عطا فرمائے تھے۔ جو کچھ کہا گیا ہے یہی صحیح تر ہے سوائے حضرت صفیہؓ کے پس ان کو آزاد کرنا ہی بے شک ان کا مہر تھا۔ ان کے بارے میں مہر ادا کرنے کی کوئی روایت نہیں کی گئی۔ ان کے علاوہ حضرت ام حبیبہؓ کا مہر نجاشی نے ادا کیا۔

گیارہواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادوں کا ذکر

حضرت خدیجہؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے قبل اسلام پیدا ہوئے اور بعد اسلام حضرت قاسم پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ''ابو القاسم ﷺ'' ہوئی۔ پھر عبداللہ پیدا ہوئے جن کا لقب

”طیب وطاہر ہوا۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ طیب اور طاہر دو صاحبزادے ہیں۔ ان کے بعد حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہؓ پیدا ہوئیں۔

محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولادیں قبل اسلام پیدا ہوئیں اور صاحب زادے بھی قبل اسلام پیدا ہوئے اور قبل اسلام ہی بحالت شیر خوارگی وفات پائی۔ بعض نے کہا ہے کہ حضرت قاسم کا انتقال بعمر دو سال ہوا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت قاسم کا انتقال اس عمر میں ہوا کہ سواری پر سوار ہوجاتے تھے (یعنی سن تمیز کو پہنچ گئے تھے) لیکن صاحبزادیوں نے اسلام کا زمانہ پایا۔ انھوں نے اسلام قبول کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہجرت کی۔

بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولادیں سوائے حضرت عبداللہ کے زمانۂ جاہلیت میں پیدا ہوئیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے حضرت قاسم تھے پھر طیب اور طاہر کی ولادت ہوئی۔ صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینبؓ تھیں پھر حضرت رقیہؓ پیدا ہوئیں۔ یہ روایت بھی ہے کہ سب سے بڑی صاحبزادی حضرت رقیہؓ تھیں پھر حضرت زینبؓ، حضرت فاطمہؓ، اور حضرت کلثومؓ پیدا ہوئیں۔ کہا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔

یہ تمام اولادیں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے مکۂ معظّمہ میں پیدا ہوئیں اور مدینۂ طیبہ میں آپ ﷺ کی کنیز ماریہ قبطیہؓ سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے اور آپ ﷺ کے ساتھ ستر راتیں گزار کر وفات پائی۔ ایک روایت میں ہے کہ وفات کے وقت سات مہینے کے تھے۔ بعض روایتوں میں اٹھارہ مہینے عمر بتائی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولادوں میں سوائے حضرت فاطمہؓ کے سب نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں وفات پائی۔ حضرت فاطمہؓ کا انتقال آپ کی وفات کے چھ ماہ بعد ہوا۔

بارھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا ذکر۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ ایک حضرت زینبؓ جن کا نکاح ابو العاصؓ بن ربیع سے ہوا۔ ابو العاصؓ کی والدہ ہالہ بنت خویلد تھیں اور وہ اہل مکہ میں شمار ہوتے تھے۔ ان کا اکثر مال تجارت اور امانت میں لگا رہتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو اسلام کی دعوت دی تو کفارِ مکہ ابو العاصؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دو ہم تمہارا نکاح اس عورت سے کردیں گے جسے تم پسند کروگے۔

ابو العاصؓ نے جواب دیا کہ میں اپنی بیوی کو ہرگز طلاق نہیں دوں گا اور مجھے یہ بات بھی پسند نہیں ہے کہ قریش کی کوئی عورت میری بیوی سے افضل ہو۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت زینبؓ اور ابو العاصؓ میں علاحدگی کی سبب اسلام تھا، جب حضرت زینبؓ اسلام لائیں۔ بے شک رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے درمیان علاحدگی کے سلسلے میں قادر نہ تھے، آپ ﷺ مکے میں مغلوب تھے۔

جب مسلمانوں نے ابو العاصؓ کو گرفتار کیا تو انھوں نے ابو العاصؓ کی گرفتاری کی خبر بھیجی اور کہا کہ اگر فدیہ ادا کر دیں تو ہم انھیں رہا کر دیں گے، چنانچہ حضرت زینبؓ اپنے حجرے سے نکلیں اور اپنا سر نکال کر فرمایا، اے لوگو! میں زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، البتہ میں نے ابو العاصؓ[1] کو پناہ دی۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فراغت حاصل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا، اے لوگو! سنو ایک ادنیٰ مسلمان بھی پناہ دے سکتا ہے۔

عمر بن شعیب نے اپنے والد اور دادا سے روایت کی کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو نئے مہر اور نئے نکاح کے ساتھ ابو العاص کو لوٹا دی۔ حضرت ابو العاصؓ سے حضرت زینب کے ایک لڑکا پیدا ہوا، جن کا نام علی تھا۔ انھوں نے کم عمری میں وفات پائی۔ پھر حضرت زینبؓ سے امامہؓ پیدا ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (فرط محبت سے) انھیں نماز میں اپنی گود میں اٹھا لیتے تھے۔ حضرت امامہؓ زندہ رہیں۔ حضرت علیؓ نے ان سے حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد نکاح کیا۔ یہ حضرت علیؓ کی شہادت تک ان کے پاس رہیں۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد امامہؓ نے مغیرہ بن زید سے نکاح کیا اور اُن ہی کی زوجیت میں امامہؓ کا انتقال ہوا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں ایک حضرت فاطمہؓ تھیں۔ حضور علیہ السلام نے زمانۂ اسلام میں ان کا نکاح حضرت علیؓ سے کیا۔ ان کے بطن سے حضرت حسنؓ، حسینؓ اور محسنؓ پیدا ہوئے۔ محسنؓ نے کم سنی میں وفات پائی۔ حضرت فاطمہؓ کے بطن سے صاحبزادیوں میں حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ حضرت رقیہؓ کا انتقال بلوغت سے پہلے ہوا۔ زینبؓ سے عبداللہ بن جعفر نے نکاح کیا۔ زینبؓ نے ان ہی کے ہاں وفات پائی۔ حضرت زینب سے علی بن عبداللہ بن جعفر پیدا ہوئے۔

حضرت ام کلثوم سے حضرت عمرؓ بن الخطاب نے نکاح کیا۔ ان سے زید بن عمرؓ پیدا ہوئے۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد اُن سے عوف بن جعفر نے نکاح کیا لیکن کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی یہاں تک کہ عوف بن جعفر نے انتقال کیا۔ پھر حضرت ام کلثوم سے محمد بن جعفر نے نکاح کیا، ان سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں۔ محمد بن جعفر کی وفات کے بعد اِم کلثوم سے عبداللہ بن جعفر نے نکاح کیا۔ ان سے بھی کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔ حضرت ام کلثوم کی وفات عبداللہ بن جعفر کے ہاں ہوئی۔

ایک روایت یہ ہے کہ عبداللہ بن جعفر کی وفات ام کلثوم سے پہلے ہوئی تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں ایک حضرت رقیہؓ تھیں۔ اُن سے حضرت عثمان بن عفان نے نکاح کیا۔ اُن سے عبداللہ پیدا ہوئے اور حضرت عثمانؓ کی کنیت ابو عبداللہ ہوئی۔ اس کے بعد انھوں نے اپنی کنیت ابو عمر کی۔ حضرت عثمان سے نکاح ہونے سے قبل حضرت رقیہؓ کا نکاح عقبہ بن ابولہب سے ہوا تھا عقبہ بن ابولہب نے حضرت رقیہؓ سے اس وقت علاحدگی اختیار کی جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، چنانچہ جس وقت سورہ تبت یدا ابی لھب نازل ہوئی

---

[1] یہاں مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۱۱ پر عربی عبارت اور اس کے فارسی ترجمے میں ''عباس'' تحریر کیا گیا ہے جس کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔ یہ حضرت ابو العاصؓ تھے جنھیں حضرت زینبؓ نے پناہ دی۔